

بیادگار حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ  
خواتین کا ترجمان  
لکھنؤ

شمارہ نمبر ۴

جلد نمبر ۶۱

اپریل ۲۰۱۷ء

سالانہ زرتعاون

برائے ہندوستان : ۲۰۰ روپے  
غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۳۵ امریکی ڈالر  
نی شمارہ : ۲۰ روپے  
لائف ٹائم خریداری : ۸۰۰۰ روپے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پڑی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (نمبر)

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

عائشہ حسنی

میمنہ حسنی

محمود حسن حسنی

جعفر مسعود حسنی

دراختہ پور RIZWAN MONTHLY لکھنؤ

زرتعاون اور خط و کتابت کا پتہ

Rizwan (Monthly)

172/54, Mohammad Ali Lane

Gwynne Road Lucknow

Pin:226018- Mobile: 9415911511

ماہنامہ رضوان

۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

پن کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر فخر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

E-Mail : azizpaitapuri@gmail.com

کپوزنگ: ناشر کپیڈر، لکھنؤ۔ فون: 9792913331

# فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے ..... ۵
- حدیث کی روشنی میں ..... ائمۃ اللہ تنسیم ..... ۶
- تبلیغ نبویؐ اس کے اصول اور اس کی ..... علامہ سید سلیمان ندوی ..... ۸
- سوشل میڈیا - صحیح اور غلط استعمال ..... مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ..... ۱۷
- اولاد کی تربیت میں اسلام کا معتدل کردار ..... محترم محمد بن اسماعیل ..... ۲۲
- بے راہ روی کے در پیچے ..... مفتی محمد فیاض قاسمی ..... ۲۶
- شامی متاثرین کا حال زار اور ہمارا فریضہ ..... مولانا سید احمد میمن ندوی ..... ۲۸
- سلطان صلاح الدین ایوبی ..... محمد رفیع، متعلم جامعہ فاروقیہ کراچی ..... ۳۱
- بٹی - اللہ کی رحمت ..... مولانا محمد نجیب قاسمی ..... ۳۲
- شاہ ہند شیر شاہ سوری کا عدل و انصاف ..... مولانا امداد الحق بختیاری قاسمی ..... ۳۴
- میں نے اسلام کیوں قبول کیا ..... نور دین ولد یمن - ترجمہ: امجد عباسی ..... ۳۷
- آخری صفحہ ..... مولانا قمر الزماں ندوی ..... ۴۱



# اپنی بہنوں سے

آج کل عالم اسلام کے جو حالات ہیں ان کی مثال تاریخ اسلامی میں نہیں ملتی۔ سیاسی حالات ہوں یا تہذیب و تمدن سے تعلق رکھتے ہوں یا مذہبی معاملات ہوں ہر میدان میں مسلمان زوال کا شکار ہیں اور مسلمانوں کی ایک خالی تعداد ایسے افراد کی ہے جو دشمنوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں ان معاملات سے ہمارا ملک ہندوستان بھی خالی نہیں ہے بلکہ ہمارے یہاں قومی غداری، اور اپنے ذاتی فائدہ کیلئے ملت کو نقصان پہنچانے والے افراد بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں۔

ایسے صبر آزما حالات میں ہم مسلمانوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ سب سے پہلے تو ہم کو اپنی حالت سدھارنے کی فکر کرنا چاہئے۔ اسلام کے جو تقاضے ہیں وہ ہر وقت ہمارے مدنظر رہنے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا ہے اور جس طرح ملت سے وابستہ رہنے کی تعلیم دی ہے ہم کو نہایت مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل کرنا چاہئے یہ بات ہر وقت سامنے رہنا چاہئے کہ ملی اسلامی مفاد کے سامنے ذاتی مفاد کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور دین کی حفاظت کے لئے ہم کو سب سے پہلے اپنی ہونٹوں سے دیوار بن جانا چاہئے۔ سخت سے سخت حالات میں بھی گھبرانا نہیں چاہئے جس ملت کا آقا اور مالک اور نگہبان اللہ رب العزت ہو اس کو حالات سے ڈرنا، گھبرانا بالکل زیب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر حالات کا سامنا کرنا کامیابی کی کنجی ہے۔

اگر ہم صحیح اسلامی زندگی کو اپنے سامنے رکھ کر زندگی گذاریں گے اور پوری مضبوطی کے ساتھ قدم بڑھائیں گے تو انشاء اللہ حالات بدلیں گے اور باطل سرنگوں ہوگا اور حق کا بول بالا ہوگا۔



# میت کیلئے صدقہ اور دعامیں

مردہ کا قرض سے تعلق

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی جان اس کے قرض کی وجہ سے اٹکی رہتی ہے جب تک قرض ادا نہ کیا جائے۔ (ترمذی)

میت کی طرف سے صدقہ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں دفعۃً انتقال کر گئیں اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کے لئے ضرور کہتیں، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو ان کو اجر ملے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ (بخاری۔ مسلم)

باقیات صالحات

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین باتیں باقی رہتی ہیں۔ صدقہ جاریہ، علم نافع اور اولاد صالح کہ اس کے لئے دعا کرتی رہے۔ (مسلم)

میت کے حق میں لوگوں کی تعریف

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ گزرا۔ لوگوں نے اس کی تعریف کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی برائی بیان کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا واجب ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی تم نے خوبیاں بیان کیں اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس کی برائی کی اس پر دوزخ واجب ہوگئی۔ تم لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوالاسود رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ میں مدینہ آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس اثنا میں ایک جنازہ ادھر سے گزرا اور اس کی تعریف ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا واجب ہوگئی، پھر دوسرا جنازہ سامنے سے نکلا، اس کی بھی تعریف کی گئی، حضرت عمرؓ نے کہا

واجب ہوگئی، پھر تیسرا جنازہ آیا، اس کی لوگوں نے برائی کی، حضرت عمرؓ نے کہا واجب ہوگئی۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین کیا چیز واجب ہوگئی، فرمایا میں نے وہی کہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان پر چار آدمی اس کی بھلائی کی گواہی دیں اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ میں نے عرض کیا اور تین۔ فرمایا تین بھی۔ یعنی تین کی گواہی کا بھی یہی حکم ہے۔ میں نے عرض کیا اور دو۔ فرمایا دو بھی، یعنی دو کی گواہی بھی مافی جائے گی، پھر ایک کی گواہی کے متعلق سوال نہیں کیا۔ (بخاری۔ مسلم)

جس کی چھوٹی اولاد مرجائے

اس کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے تین نابالغ لڑکے مرجائیں تو اس کو اللہ اپنی مہربانی سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے تین لڑکے فوت ہو جائیں وہ صرف قسم پوری کرنے کے لئے آگ پر چڑھ کر گزرے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مرد لوگ آپ کی وعظ و نصیحت سنتے ہیں ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر فرمادیں کہ ہم لوگ بھی اس مقرر وقت پر حاضر ہوا کریں، اور آپ ہم کو اس علم کی تعلیم دیں، جس کی آپ کو اللہ نے تعلیم دی ہے۔ آپ نے فرمایا فلاں فلاں دن جمع ہوا کرو، تو وقت مقرر پر عورتیں جمع ہوئیں۔ آپ تشریف لائے اور ان کو وہی تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی تھی۔ پھر فرمایا جس عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ دوزخ کی اوٹ بن جائیں گے یعنی آڑ ہو جائیں گے اور وہ دوزخ میں نہ جانے پائے گی، ایک عورت نے عرض کیا کہ اگر دو مرے ہوں۔ فرمایا دو بھی روک ہو جائیں گے۔ (بخاری۔ مسلم)

تباہ شدہ بستوں پر رونا اور ان سے بچنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب جب مقام حجر یعنی خمود کی بستی میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عذاب کے مقام سے روتے ہوئے داخل ہو، ایسا نہ ہو کہ جس مصیبت میں یہ جتلا ہوئے کہیں تم بھی نہ ہو جاؤ۔

(بخاری۔ مسلم) ایک روایت میں ہے کہ جب حجر کی

طرف سے گزرے تو فرمایا کہ ان ظالموں کے مقام پر روتے ہوئے داخل ہو۔ اس ڈر سے کہ مبادا ان پر جو عذاب آیا کہیں تم پر نہ آجائے۔ پھر آپ نے اپنے چہرہ مبارک پر نقاب ڈال لی اور اس وادی سے جلد نکل گئے۔

## آداب سفر

### جمعرات کا سفر

حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کو جمعرات کے دن چلے اور آپ جمعرات ہی کا سفر پسند فرماتے تھے۔ (بخاری۔ مسلم) اور بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ جمعرات کے علاوہ اور دن میں کم ہی سفر کرتے تھے۔

### اول وقت کی برکت

حضرت صحزہ بن دواعہ غامدئ صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میری امت کے لئے دن کے پہلے پہر میں برکت دے اور جب آپ کوئی سر یہ یا لشکر بھیجتے تو صبح سویرے ان کو روانہ کرتے۔ صحزہ تاجر تھے۔ وہ اپنی تجارت کا مال صبح سویرے بھیجا کرتے تھے تو ان کا مال خوب بڑھا اور بڑے دولت مند ہو گئے۔ (ابوداؤد)

### تنہا سفر کا نقصان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اگر تنہا سفر کرنے کا نقصان جیسا میں جانتا ہوں جان لیں تو کبھی کوئی سواری کو سفر نہ کرے۔ (بخاری)

حضرت عمر بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سواری ایک شیطان ہے اور دو سواری دو شیطان اور تین سواری (یعنی تین سواری صلی سواری ہیں۔ کم از کم تین سواریوں کا قافلہ ہوتا ہے وہ شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور اس میں اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں) قافلہ ہیں۔

(ابوداؤد۔ ترمذی)

### سفر کا امیر

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین آدمی سفر کے لئے نکلیں تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک کو امیر بنا لیا جائے۔ (ابوداؤد)

### بہتر ساتھی

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر ساتھی چار ہیں۔ (یعنی چار ساتھی شریک سفر ہوں تو بہتر ہے) اور بہتر سر یہ چار سو کا ہے اور بہتر لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار قلت کے سبب مغلوب نہیں ہوتے۔

(ابوداؤد۔ ترمذی)

دروازے کے اختلاف میں، ان کشتیوں میں جو سمندر میں انسانوں کے لیے سو مند چیزوں کو لے کر چلتی ہیں، بادلوں سے پانی برسانے میں، اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کرنے میں اور اس زمین میں ہر قسم کے جانداروں کے پھیلانے میں، ہواؤں کے چلانے میں، ان بادلوں میں جو فضائے آسمانی میں مسخر ہیں، دانش مندوں کے لیے یقیناً یہ بڑی نشانیاں ہیں۔



وَلَا أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَالَّذِينَ  
يُزَجِّعُونَ. (سورہ آل عمران: 83)

(آسمان وزمین میں جو بھی ہے، بہ رضا یا مجبوراً اسی کا اطاعت گزار ہیں اور اسی کی طرف ایک دن سب لوٹائے جائیں گے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ  
لَايَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ. الَّذِينَ  
يَنْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقَعُودًا وَعَلَى  
جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ  
هَذَا بَاطِلًا. (سورہ آل

عمران: 190-191)

آسمان وزمین کی خلقت اور شب وروز کے الٹ پھیر میں ان ارباب عقل کے لیے بے شبہ بڑی نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی خلقت پر غور کرتے ہیں کہ اے

نگار آرائی سے اس طرح استدلال کرتا تھا:  
كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ  
أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ، ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ  
يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ.

(سورہ بقرہ: 2/28)  
تم اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو حالانکہ تم کبھی بے جان تھے تو اس نے تم کو زندگی بخشی پھر ایک دن تم کو مردہ بنا دے گا، پھر زندہ کرے گا اور پھر اسی کے پاس واپس جاؤ گے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَ  
الْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ  
وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا  
يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ  
السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَخْيَا بِهِ الْأَرْضَ  
بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَرَ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ،  
وَتَضْرِبُ الرِّيحُ وَالسَّحَابِ  
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
لَايَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ.

(سورہ بقرہ: 2/164)

آسمان وزمین کی پیدائش میں، شب

اشاعت اسلام کے اسباب و ذرائع  
گزشتہ مباحث پر ایک غائر نظر ڈالنے کے بعد خود بخود یہ عقیدہ کھل جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق کو عربوں میں کس طرح پھیلا یا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر کامیابی ہوئی، تاہم اگر واقعات کی روشنی میں ایک ایک صحابی کے قبول اسلام کے اسباب کی تلاش کی جائے تو حسب ذیل اسباب سامنے آئیں گے:

1- یہ کہ اسلام کے نشر و اشاعت کا سب سے مقدم اور اصلی سبب معجزہ قرآنی تھا، قرآن مجید میں مؤثر اور دل کپکپا دینے والے طریقہ سے عقائد و معارف و اخلاق کی تلقین کرتا تھا، اس کے سامع وہ تمام عوائق اور موانع جن کا ذکر اوپر ہو چکا، فنا ہو جاتے تھے، جو لوگ سرے سے خدا کے وجود کے منکر تھے، قرآن مجید کے سامنے عالم کی بوقلمونی، مظاہر قدرت کی بواجہی کائنات کی نیکی، اجرام فلکی کی جلوہ گری اور عناصر کی

ہمارے رب اتنے یہ سب بیکار نہیں بنایا۔

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ، حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِّ، وَجَدْتُمْ فِيهِمْ بِرِيحَ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَ تَهَارِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ، دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ. (سورہ یونس: 22/10)

وہ اللہ ہی کی ذات ہے جو تم کو خشکی اور دریا میں سفر کراتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور موافق ہوا کشتی والوں کے لیے جاری ہے اور لوگ خوش ہو رہے ہیں کہ (اچانک) زور کا جھکڑ آیا اور ہر طرف سے موجیں آگئیں اور لوگوں کو یقین ہو چلا کہ اب وہ گھر گئے، اس وقت وہ خدا کو غلط ہو کر پکارنے لگتے ہیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّسَانِ وَاللَّوَانِكُمْ، إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ. وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهِ. إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ. (سورہ روم: 23/21:30)

اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑے بنائے کہ تم کو ان سے نسل ہو اور تم میں باہمی محبت اور ہمدردی پیدا کی، اس بات میں سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور اس کی

نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کا پیدا کرنا ہے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا ہے، اس بات میں جاننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں، اور اللہ کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل (روزی) کو تلاش کرنا ہے، ان باتوں میں سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اللہ یا ایک قوت اعظم کا اعتراف خود انسان کی فطرت ہے، لیکن غفلت شعاری اور آبائی اثر اور دیگر اسباب سے یہ فطرت کبھی کبھی مردہ اور بے حس ہو جاتی ہے، قرآن مجید اسی خفتہ حس کو بیدار کرتا تھا:

أَفَسَى اللَّهُ شُكُّ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. (سورہ ابراہیم: 10:14)

(کیا اللہ کی ذات میں شک کرتے ہو جو آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والا ہے۔)

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ، ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ. (اور تم اللہ کا انکار کیسے کر سکتے ہو جب کہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو زندگی بخشی، پھر وہ تم کو موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔)

عرب میں طحکم تھے زیادہ تر بلکہ قریباً تمام تر مشرکین تھے، جو اللہ کو اگر چہ مانتے تھے لیکن یہ بھی مانتے تھے کہ اس کے سوا اور بھی خدا ہیں جو اللہ کے شریک ہیں اور نظام عالم ان ہی کے ہاتھ سے انجام پاتا ہے،

انسان کی فطرت ہے کہ جس سے براہ راست اس کو کام پڑتا ہے اس کو زیادہ مانتا ہے، اسی سے زیادہ محبت کرتا ہے، اسی کی زیادہ پرستش کرتا ہے، چونکہ مشرکین کا اعتقاد تھا کہ بادلوں کی بارش، غلہ کی پیداوار، نباتات کی روئیدگی، سب اجرام فلکی یا اصنام کا کام ہے، اس لیے ان کو عبودیت کا جو تعلق تھا ان ہی معبودوں سے تھا، وہ ان ہی کی عبادت کرتے تھے، ان ہی سے محبت رکھتے تھے، ان ہی پر نذر پڑھاتے تھے، ان ہی کے سامنے قربانیاں پیش کرتے تھے، معرکوں میں ان ہی کے نام کی جے پکارتے تھے، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی کام اسی شرک اور اصنام پرستی کو مٹانا تھا، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اصل وجود باری کے متعلق بہت کم استدلال ہے، زیادہ تر شرک کا ابطال اور اس کی تحقیر اور چیلنج ہے۔

قرآن مجید طرح طرح سے نہایت مؤثر حیرایوں میں شرک کی لغویت کا اظہار کرتا تھا:

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا. إِنْ مَعَ اللَّهِ، بَلْ أَكْذَبُكُمْ لَا يَعْلَمُونَ، أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضَلَّكَ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ، إِنْ مَعَ اللَّهِ، فَلْيَلَا مَا تَدْكُرُونَ. أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فَمَنْ

طَلُمَتِ الْبَدْرَ وَالْبَحْرَ وَمَنْ يُدْرَسِلُ  
الْبَزِيحَ بُشْرَامَ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ،  
إِلَهَ مَعَ اللَّهِ، تَعَلَّى اللَّهُ عَمَّا  
يُشْرِكُونَ- أَمَّنْ يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ  
يُعِينُهُ وَمَنْ يَزُرُقْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ  
وَالْأَرْضِ، إِلَهَ مَعَ اللَّهِ، قُلْ هَاتُوا  
بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ-

(سورہ نمل-27-61-64)

کیا وہ ذات جس نے زمین کو  
قرار گاہ بنایا اور اس کے بیچ میں نہریں  
بہائیں اور اس کے لئے پہاڑوں کی میخیں  
گاڑیں اور دونوں دریاؤں میں اوث رکھا،  
کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی خدا ہے، بلکہ  
حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ جانتے  
نہیں، کیا وہ جو پریشان خاطر لوگ کی سنتا ہے  
جب وہ اس کو پکارتے ہیں اور بلا کو ہٹا دیتا  
ہے اور تم کو دنیا کا حکمراں بناتا ہے، کیا اللہ  
کے سوا کوئی اور بھی خدا ہے، تم بہت کم یاد  
رکھتے ہو، کیا وہ جو تم کو خشکی اور تری کی  
اندھیریوں میں راستہ دکھاتا ہے اور وہ جو کہ  
اپنی رحمت (بارش) کے آگے ہواؤں کو  
بھیجتا ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی خدا  
ہے، مشرکین جن کو خدا کا شریک کہتے ہیں  
اللہ تعالیٰ ان سے برتر ہے، بھلا بتاؤ وہ کون  
ہے جو پیدائش کا آغاز کرتا ہے پھر اس کو  
لوٹاتا ہے اور وہ کون ہے جو تم کو آسمان و  
زمین سے روزی دیتا ہے، کیا اللہ کے سوا  
کوئی اور بھی خدا ہے، آپ کہہ دیجئے کہ اگر

تم ہی سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

کفار اور مشرک عموماً قیامت کے منکر  
تھے اور کہتے تھے کہ (من یحیی العظام  
وہی رمیم) (سورہ یونس: 36، 78)  
یعنی جب ہڈیاں سڑکل پھیں تو اب  
کون ان کو زندہ کرے گا! قرآن مجید ان  
سے خطاب کرتا تھا:

أَلَمْ يَكْ نُطْفَعًا مِنْ مِثْنِي يُمْنِي-  
ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَى-  
فَجَعَلَ مِنْهُ الْبَشَرَيْنِ الذَّكَرَ  
وَالْأُنثَى- أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِيرٍ عَلَى أَنْ  
يُحْيِيَ الْمَوْتَى-

(سورہ قیامہ: 75-37-40)

کیا انسان پہلے مٹی کا ایک قطرہ نہیں  
تھا، پھر گوشت کا لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اس کو  
پیدا کیا اور ہموار کیا اور اس سے مرد اور  
عورت کا جوڑا بنایا، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ  
مردے کو زندہ کرے۔

غرض عقائد، عبادات، اخلاق،  
اعمال ہر چیز کو قرآن اس موثر اور دل نشین  
طریقہ سے ادا کرتا تھا کہ دل میں گھر کر جاتا  
تھا اور رسم و عادت کا بند اس سیلاب کو کسی  
طرح روک نہیں سکتا تھا، اس پر بھی جو کفر پر  
ثابت قدم رہے وہ ذاتی اغراض کا اثر تھا،  
حقیقی وجود و انکار نہ تھا۔

تمام بڑے بڑے صحابہ، بڑے بڑے  
رؤسائے قبائل، بڑے بڑے شعراء اور  
خطباء قرآن ہی سن کر ایمان لائے، حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کس ارادہ سے چلے تھے، لیکن  
جب قرآن مجید کی آیتیں سنیں تو کانپ  
اٹھے اور اسلام قبول کر لیا، عقبہ جو رئیس  
قریش اور علوم عرب کا ماہر تھا، جب اس نے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
آ کر کہا کہ تم نبوت کی دعوت سے باز آؤ،  
ہم تمہارے لئے سب کچھ مہیا کر دیتے  
ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ تم کی  
ابتدائی آیتیں پڑھیں، جب یہ آیت آئی:  
(فان اعرضوا فقل انذرتکم  
صاعقة مثل صاعقة عاد و ثمود)  
(سورہ فصلت: 41-13)

(تو اگر وہ منہ بھیریں تو کہہ دیجئے کہ  
میں تم کو اس کڑک سے ڈراتا ہوں جو عاد و  
ثمود کی کڑک کی طرح ہے۔)  
تو عقبہ نے بے تاب ہو کر آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا:  
”خدا کے لئے بس، تم کو قربت کی قسم دلاتا  
ہوں۔“ پھر واپس جا کر قریش سے کہہ دیا کہ  
”محمد جو کلام پیش کرتے ہیں وہ نہ تو شعر ہے  
نہ جادو ہے اور نہ کہانت ہے۔“ (بلکہ کوئی اور  
چیز ہے) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے  
اسلام لانے سے پہلے اپنے بھائی انیس کو جو  
شعراء عرب میں سے تھے آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحقیق حال کے  
لئے بھیجا تھا، وہ خدمت اقدس میں حاضر  
ہوئے اور قرآن مجید سنا تو جا کر حضرت ابوذر  
رضی اللہ عنہ سے کہا کہ لوگ ان کو کاہن اور

شاعر کہتے ہیں، لیکن میں کاہنوں اور شاعروں دونوں کے کلام سے واقف ہوں، ان کا کلام دونوں سے الگ ہے، انیس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خود گئے اور واپس آئے تو ان کا آدھا قبیلہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ (صحیح مسلم، فضائل حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔ 20/347-349)

ولید بن مغیرہ (حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے والد) جو اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں پڑھیں:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ  
وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ  
وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ  
وَالْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔

(سورہ نمل: 16-90)

(بے شک اللہ عدل کا، احسان کا اور رشتہ داروں کو عطا کرنے کا حکم دیتا ہے اور فحش سے، بری بات سے اور ظلم سے منع کرتا ہے، وہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ شاید تم ہوشیار ہو جاؤ۔) ولید نے کہا: پھر پڑھنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پڑھا۔ وہ واپس گئے گئے اور قریش سے جا کر کہا: ”یہ انسان کا کلام نہیں۔“ (الجواب صحیح 4/46 بحوالہ عبدالرزاق)۔

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے صحابی اور سابقین اسلام میں ہیں، یہی آیتیں ہیں جن کو سن کر ان کے دل نے

سب سے پہلے اسلام کا جلوہ دیکھا، وہ خانہ کعبہ کو جا رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں اپنے پاس بٹھالیا، پھر فرمایا کہ ابھی مجھ پر یہ کلام نازل ہوا ہے، یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر والی آیتیں پڑھیں، وہ کہتے ہیں کہ ”یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا۔“ (مسند احمد بن حنبل 1/318 و فضل اللہ الصمدی تو ضیح ادب المفرد، امام بخاری، باب النخی 2/338)۔

حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ نے کفر کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ طور پڑھتے سنا، جب اس آیت پر پہنچے:

أَمْ خَلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ  
الْخَالِقُونَ۔ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضَ۔ بَلْ لَا يُؤْقِنُونَ۔ أَمْ عِنْدَ  
هُمُ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ  
الْمُصَيِّرُونَ۔

(سورہ طور۔ 52-35-37)

(کیا یہ لوگ از خود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود خالق ہیں، کیا آسمان اور زمین کو ان ہی لوگوں نے پیدا کیا ہے، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) یہ لوگ یقین نہیں رکھتے، کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں، کیا یہی لوگ سربراہ کار ہیں)۔

تو خود حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”مجھ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا دل اڑنے لگا۔“ (صحیح بخاری، کتاب

التفسیر، تفسیر سورہ طور 2/720)

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ مشہور شاعر اور شرفائے عرب میں تھے، ہجرت سے پہلے وہ مکہ گئے، لوگوں کو آنے کی خبر ہوئی تو ان کے پاس گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کہ ان کے پاس نہ جانا، وہ لوگوں پر جادو کر دیتے ہیں، لیکن جب حرم میں اتفاقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن سنا تو ضبط نہ کر سکے اور مسلمان ہو گئے۔ (ان کے اسلام کا حال ابن القیم (زاد المعاد) نے یہ تفصیل لکھا ہے اور ابن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے۔ 2/34 (مصر)۔

ہجرت سے پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا سفر کیا اور مشرکین کو اسلام کی دعوت دی تو اگرچہ ادھر سے اس کا جواب ڈھیلا اور پتھر تھا، تاہم خالد المعذوانی نے جو طائف کے رہنے والے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (والسماہ والطارق) (سورہ طارق۔ 1:86) قسم ہے آسمان کی اور رات کو چلنے والے ستارہ کی)۔ پڑھتے سنا تو وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اسی حالت کفر میں پوری سورت یاد کر لی۔ (مسند احمد بن حنبل 4/335) اور آخر اسلام لائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قیام مکہ کے زمانہ میں بعض مشرکین نے اپنی پناہ میں لے لیا تھا، اسی زمانہ میں انہوں نے گھر سے باہر ایک مسجد بنائی تھی اور اس میں

نماز پڑھا کرتے تھے، لیکن نماز بلند آواز سے پڑھتے تھے، جس کو سن کر حملہ کے نوجوان اور عورتیں جمع ہو جاتیں اور قرآن سنتیں تو ان کا دل خود بخود اسلام کی طرف کھینچتا، چنانچہ اسی بنا پر کفار نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ قرآن پکار کر نہ پڑھا کرو، اس سے ہمارے بچے اور عورتیں مفتون ہوتی جاتی ہیں۔ (صحیح بخاری، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ الی المدینہ 1/552-553)

انصار اول اول جب مقام عقبہ میں اسلام لائے تو قرآن ہی سن کر لائے تھے، جو لوگ داعی بنا کر بھیجے جاتے ان کو قرآن یاد کرایا جاتا اور وہ جہاں جاتے یہی کارگر آکر تخیر لے کر جاتے، نجاشی کے دربار میں کفار قریش جب سفیر بن کر گئے اور ان کی شکایت پر نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر باز پرس کی تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں، نجاشی بے اختیار رو پڑا اور کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل ایک ہی چشمہ سے نکلے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل 5/29) (مسند کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: ان هذا

والذی جلاہ بہ موسیٰ لیخرج من مشکاة واحدة لیکن سیرت ابن ہشام میں وہ الفاظ ہیں جن کا ترجمہ مصنف نے متن میں نقل کیا ہے۔)

جہش میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بحث کا چرچا ہوا تو میں شخص جو مذہباً عیسائی تھے، تحقیق حال کے لیے مکہ میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں، ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور اسی وقت اسلام لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے یہ لوگ اٹھے تو ابو جہل نے ان سے مل کر کہا: ”تم سخت احق ہو، اتنے دور سے سفر کر کے آئے اور دم بھر میں اپنا مذہب بدل لیا۔“ انہوں نے کہا: ”ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے۔“ لکم دینکم ولنا دیننا۔ (ابن ہشام، باب حدیث نقض الصحیفة 1/237-238) (مصر)

قرآن کی پیشین گوئیوں کی صداقت نے بھی لوگوں کے دلوں کو کھینچا، چنانچہ اہل ایران کے مقابلہ میں رومیوں کی فتح کی جو پیشین گوئی کی تھی، جس دن یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی، صدہا کافر مسلمان تھے۔ (صحیح ترمذی، تفسیر سورہ روم، ص 528)

### ایک ضروری نکتہ

عام خیال یہ ہے کہ اہل عرب جو قرآن مجید سن کر اسلام قبول کر لیتے تھے وہ صرف فصاحت و بلاغت کا کرشمہ تھا، یعنی چونکہ عرب میں شعر و خطابت کا بہت چرچا تھا اور تمام ملک میں شاعری کا مذاق سرایت

کر گیا تھا اس لیے جب وہ دیکھتے تھے کہ کسی اور شاعر یا خطیب کا کلام ایسا فصیح و بلیغ نہیں ہے تو وہ اسلام قبول کر لیتے تھے۔ بے شبہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے معجز ہے لیکن اس کا اعجاز جس قدر عبارت و انشاء میں ہے، اس سے کہیں زیادہ معانی و مطالب میں ہے۔

فرض کرو کہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ایسا ہی معجز ہوتا جیسا اب ہے، لیکن اس میں صرف تاریخی واقعات یا ایسی قسم کی اور کوئی بات ہوتی تو کیا یہی اثر پیدا ہو سکتا تھا، قرآن مجید ایک طرف تو فصاحت و بلاغت کی بنا پر اعجاز کا کام دیتا تھا، دوسری طرف جو مطالب اور مقاصد ادا کرتا تھا وہ اسلام ہی کے مقاصد اور مطالب تھے، وہ خدا کی عظمت و جلالت، اصنام کی تحقیر، انسان کی عجز و تعبد، سزا و جزا، بعثت و نشر، جور و ظلم کی تنقیح، اخلاق حسنة کی تحسین، ان مطالب کو اس طرح ادا کرتا تھا کہ خود بخود دلوں میں گھر کرتے جاتے تھے اور ان کو یہ نظر نہیں آتا تھا کہ وہ ان باتوں کو اس لئے مان رہے ہیں کہ مسلمان ہو چکے ہیں بلکہ یہ باتیں براہ راست ان کے دل میں اتر جاتی تھیں اور وہ مسلمان ہوتے جاتے تھے۔

### موانع کا ازالہ

عرب کو جو چیزیں اسلام سے روکتی تھیں ان میں سب سے اہم ان کے اوہام و

اعتقادات باطلہ تھے، جو سیکڑوں ہزاروں برس سے چلے آتے تھے، یا سیاسی و معاشی ضرورتیں تھیں، مقدم الذکر باتوں کا قرآن مجید اور اعجاز نبوی نے استیصال کر دیا، عرب میں جو لوگ صاحب فہم اور ذی اثر تھے اور

سیاسی اسباب سے مجبور نہ تھے، یہ ناممکن تھا کہ وہ قرآن سنتے اور ان کے تمام عقائد اور اوہام و فحش فنانہ ہو جاتے، یہ ارباب اثر جب خود متاثر ہو جاتے تھے تو ان میں سے ایک ایک شخص کے اثر سے ہزاروں اشخاص مسلمان ہو جاتے تھے، کیونکہ قبائل پرستی کی بنا پر قبیلہ کا ہر معزز رئیس اپنے پورے قبیلہ کے دل و دماغ کا مالک ہوتا تھا۔

البتہ جو لوگ سیاسی اسباب سے مطلقاً دعوت اسلام کی طرف متوجہ ہی ہونا نہیں چاہتے تھے، انہوں نے بار بار دارالنبوۃ (مدینہ منورہ) پر چڑھائیاں کیں، لیکن نصرت ایزدی نے ان کو اس قدر شکستیں دیں کہ بالآخر مجبور ہو کر بیٹھ گئے، ان میں سے کچھ فنا ہو گئے، کچھ چارو ناچار اسلام کے حلقہ میں داخل ہوئے، جن میں سے اکثر زفتہ رفتہ بالآخر دل سے مسلمان بن گئے۔

قبائل کی ریاست سیاسی حیثیت سے گو اسلام کے مخالف تھی، لیکن بعض وجوہ سے اسلام کو تائید بھی پہنچاتی تھی، اسلام کی جمہوریت جس قدر ریاست کی مخالف تھی اسی قدر عام جماعت کی حامی تھی، اسلام سے اگر ایک رئیس کی شان ریاست

و دوسری کو نقصان پہنچتا تھا تو ہزاروں آدمیوں کو نظر آتا تھا کہ اسلام قبول کر لینے سے ہر شخص رئیس کا ہمسرہ ہو جاتا ہے، غرض اسلام اگر ایک رئیس کو ملتا تھا تو سیکڑوں کو رئیس بنا دیتا تھا۔

اس کے ساتھ رؤساء کی ریاست بالکل زائل نہیں ہو جاتی تھی بلکہ اسلام قبول کرنے پر وہ اپنے قبیلہ کے رئیس باقی رہتے تھے، صرف اتنا ہوتا تھا کہ ان کی بے قید مطلق العنانی قائم نہیں رہتی تھی اور اسلامی احکام کا پابند رہنا پڑتا تھا، اس لیے اگر کوئی خود غرضی بھی کرنا چاہتا تھا تو اس کو بھی یہ سودا گراں نہیں پڑتا تھا، مؤلفۃ القلوب کا گروہ اس کی ایک صریحی نظیر تھا۔

اب صرف معاش کی ضرورت سدرہ نہیں ہو سکتی تھی، لیکن لوگوں کو نظر آتا تھا کہ جن حدود میں اسلام کی حکومت قائم ہو جاتی ہے وہاں امن و امان قائم ہونے کی وجہ سے تجارت اور دیگر ذرائع معاش کثرت سے ترقی کر جاتے ہیں۔

2- یہ کہ نبوت کے متعلق ان کو جو شکوک تھے، مشاہدہ اور تجربہ نے ان کا پردہ چاک کر دیا، بڑی سے بڑی انسانیت اور پاک سے پاک زندگی کا جو تجزیل ایک انسان کے ذہن میں آسکتا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس سے بھی بدرجہا بالاتر اور ارفع تھی، ان کو نظر آتا تھا کہ مدعی نبوت بظاہر جامہ بشریت میں ہے لیکن اپنی

معنوی زندگی، اپنے معجزانہ اخلاق، اپنے مافوق الفطرت علم و معرفت، اپنے ربانی کوششوں کی بنا پر بشریت سے کوئی بالاتر مخلوق ہے: (ما هذا بشراً، ان هذا الا ملك کدریم) (سورہ یوسف: 12-31) قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق نبوت پر اسی مقدس اور معصوم زندگی سے استدلال کیا ہے:

(فقد لثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون)

(اے قریش! نبوت سے پہلے بھی میں تمہارے درمیان ایک مدت دراز تک زندگی بسر کر چکا ہوں، کیا تم سمجھتے نہیں۔)

زندگی کا یہی اعجاز تھا جس نے ظہور

نبوت سے پہلے ہی امین کا خطاب اپنے لئے حاصل کر لیا تھا، بیوی کے برابر انسان کے اصلی حالات و اخلاق کا واقف کار کوئی اور نہیں، نبوت محمدی کا معتقد اولین دنیا میں کون تھا، ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد، لیکن ان کی اس زود اعتقادی کا راز کیا تھا؟ چالیس برس کے معجزانہ اخلاق اور مافوق الفطرت اوصاف و حالات کا تجربہ، وہ خود پیغمبر کو خطاب کر کے نبوت کی تسکین ان الفاظ میں دیتی ہیں:

”عمر! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور احسان کرتے ہو، ناداروں کی طرف سے قرض ادا کرتے ہو،

مخارج کی خبر لیتے ہو، مہمانوں کے ساتھ مدارات سے پیش آتے ہو، جو لوگ حقیقت میں جملائے الام ہیں ان کی اعانت کرتے ہو۔“ (صحیح بخاری، باب بدء الوحی 1/3) سن چکے ہو کہ عرب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا چرچا پھیلا تو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی انیس کو تحقیق حال کے لئے بھیجا، انہوں نے واپس آ کر پیکر نبوت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا:

”میں ایک ایسے شخص کو دیکھ کر آیا ہوں جو بھلائیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔“ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، قصہ اسلام ابی ذرؓ، 1/499)

نبوت کے بعد قریش نے ذات نبوی کے ساتھ گوعادات اور کینہ پروری کا کوئی پہلو اٹھانے نہیں رکھا، تاہم کوئی ادنیٰ اخلاقی جرم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کر سکے، اسلام کے سب سے اول اعلان دعوت کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر قریش کے مجمع کو مخاطب کیا اور پوچھا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک فوج گراں تم پر حملہ آور ہونے کو تیار ہے تو کیا سچ مانو گے؟ سب نے بیک آواز کہا کہ:

”عمر! تیری بات آج تک ہم نے جھوٹ نہ پائی۔“ (صحیح بخاری، تفسیر سورہ لہب 743/2 صحیح مسلم، کتاب الایمان باب فی قولہ وأندر عشر تک الاقرین 1/102)

ابوسفیان جو ہجرت کے آٹھویں سال تک اسلام کے سخت ترین دشمن تھے، 6 ہجری میں ہرقل قیصر روم کے دربار میں کفار قریش کی ایک جماعت کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اوصاف کے متعلق اپنی شہادتیں پیش کر رہے تھے تاہم وہ ایک حرف بھی صداقت کے خلاف پیش نہ کر سکے، انہوں نے شہادت دی کہ:

”محمد کبھی جھوٹ نہیں بولے، انہوں نے کبھی بدعہدی نہ کی، شرک سے روکتے ہیں، توحید کی تعلیم دیتے ہیں، عبادت، صدق، عفت، صلہ رحمی کی تاکید کرتے ہیں۔“

ہرقل ہر فقرہ پر کہتا جاتا تھا کہ نبوت کے یہی آثار و دلائل ہیں، یہ سب سے پہلا دن تھا کہ ابوسفیان کے دل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا یقین کیا۔ (صحیح بخاری۔ باب بدء الوحی 1/4-5)

کتاب کی دوسری جلد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام محاسن اخلاق یعنی رفیق و ملاطفت، حسن معاشرت، جود و سخا، عدم تشدد، عفو و درگزر وغیرہ کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس پر مجموعی طور پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا اور یہ معجزہ تخییر قلوب ہی کے لئے عطا ہوا تھا، قرآن مجید اس نکتہ کو خود بتاتا ہے:

(ولو کنت فظا علیظ القلب)

لانفضوا من حولک) (سورہ آل عمران-3:159)

(اور اگر آپ (اے رسول اللہ) درشت خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے چل دیتے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی معجزانہ کشش تھی جو لوگوں کو کھینچ کھینچ کے دائرہ اسلام میں داخل کرتی تھی اور کفار کے جاہلانہ ٹھوک و ادہام کو دم کے دم میں مٹا دیتی تھی، صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی بکریاں مانگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی کا اس قدر اثر پڑا کہ اپنے قبیلے میں جا کر اس نے کہا:

”لوگو! مسلمان ہو جاؤ، کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قدر دیتے ہیں کہ ان کو خود اپنے تنگ دست ہونے کا مطلق خوف نہیں ہوتا۔“ (صحیح مسلم، باب ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا قط فقال لا۔ 290/2 صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق و السخا 2/891-892)

فتح مکہ میں جب صفوان بن امیہ مجبوراً اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو اونٹ دے دیئے، خود صفوان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

و سلم نے مجھ کو اس قدر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے میرے نزدیک مبغوض ترین خلق تھے لیکن اس فیاضی سے محبوب ترین شخص بن گئے۔ (صحیح مسلم، باب مذکور)۔

ہندہ خاندان نبوت کی قدیم ترین دشمن تھی، جنگ اُحد میں قوت بازو نے اسلام حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے شکم کو اسی نے چاک کیا تھا، اسی نے ان کا جگر نکال کر چبایا تھا، جس کو نگل نہ سکی اور پھر اگل دیا تھا، اور اسی نے بعض شہیدوں کے ناک کا ناک کاٹ کر گلے کا ہار بنایا تھا، وہ فتح مکہ میں بھیس بدل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام لانے کے لیے حاضر ہوئی اور اب بھی گستاخی سے باز نہیں آئی، لیکن دربار رسالت میں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق سے اس قدر متاثر ہوئی کہ بے اختیار بول اٹھی: ”یا رسول اللہ! سطح زمین پر آپ کے گھرانے سے زیادہ کوئی گھرانہ مجھے مبغوض نہ تھا لیکن آج آپ کے گھرانے سے زیادہ کوئی گھرانہ محبوب نہیں ہے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ: ”خدا کی قسم! ہمارا بھی یہی حال تھا۔“ (مسلم، فضیہ ہند، 2/55)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی عالم کا قرض آتا تھا، اس نے تقاضا کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے، اس نے کہا: ”میں تو لے کر ہی ٹلوں گا۔“ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے کہا: ”تو اب میں تمہارے ساتھ بیٹھتا ہوں۔“ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے لے کر فجر کی نماز تک اس کے ساتھ بیٹھے رہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس گستاخی پر ناراضی ظاہر کی اور خدمت اقدس میں عرض کیا کہ: ”یا رسول اللہ! آپ کو ایک یہودی نے روک رکھا ہے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں لیکن مجھے اللہ نے اس سے منع کیا ہے کہ میں کسی ذمی یا اور کسی شخص پر ظلم کروں۔“ دن چڑھا تو یہودی نے کلمہ پڑھا اور کہا کہ: ”میرا نصف مال اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، میں نے یہ گستاخی صرف اس لیے کی کہ تورات میں پیغمبر کے جو اوصاف مذکور ہیں، ان کا تجربہ کروں۔“ (مشکوٰۃ، کتاب المغن، باب فی اخلاقہ و شمائلہ، ص/513 (دہلی)

ثمامہ بن اثال آل یمامہ کا ایک رئیس تھا جو اسلام کا مجرم تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک دستہ نجد کے اطراف میں بھیجا گیا تھا، حسن اتفاق سے وہ راہ میں مل گیا، گرفتار ہو کر مدینہ آیا اور مسجد نبوی کے ایک ستون میں باندھ دیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے تو اس پر نظر پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ ثمامہ! تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ اس نے کہا کہ اگر قتل کرنا چاہیں تو ایک خونیں مجرم کو آپ قتل کریں گے اور اگر عفو فرمائیں تو یہ احسان ایک احسان شناس

کی گردن پر ہوگا، اگر مال کی خواہش ہے تو فرمائیے جو ارشاد ہوگا حاضر کیا جائے گا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں اس کو چھوڑ کر چلے گئے، دوسرے دن پھر اسی قسم کا سوال و جواب ہوا، تیسرے دن پھر یہی گفتگو کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کے بند کھول دیئے اور رہا کر دیا۔ اس پر اس واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ مسجد سے نکل کر ایک کعبور کے درخت کی آڑ میں گیا اور وہاں غسل کیا، غسل کر کے مسجد میں آیا اور کلمہ توحید پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطب ہوا: ”محمد! زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ کوئی چیز مجھ کو مبغوض نہ تھی لیکن آج وہ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، مجھ کو آپ کے دین سے زیادہ کسی دین سے عداوت نہ تھی لیکن آج وہ میرے لئے تمام مذاہب سے عزیز تر ہو گیا ہے، مجھے آپ کے شہر سے زیادہ کسی شہر سے دشمنی نہ تھی لیکن وہ آج مجھ کو تمام شہروں سے زیادہ خوش نما نظر آتا ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب ربط الایسر وجہہ و جواز لمن علیہ 2/75-76)

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے اور پانی ساتھ نہ تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیاس کی شدت کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پانی کی جستجو میں روانہ فرمایا، راہ میں ایک عورت اونٹ پر

پانی کی دو ٹمکنیں بھرے ہوئے لئے جارہی تھی، دونوں صاحب اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگوائے اور منگنوں کے منہ کھول دیئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باری باری سے پانی پینا شروع کر دیا، وہ کھڑی یہ تماشا دیکھتی رہی، فراغت کے بعد اس کی عنقت کے صلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور، آنا اور ستوتھوڑا تھوڑا لوگوں سے جمع کر کے ایک کپڑے میں بندھوا کر اس کے اونٹ پر رکھوا دیا، وہ گھر پہنچی تو لوگوں نے تاخیر کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: ”راہ میں مجھ کو دو آدی ملے اور وہ مجھ کو اس شخص کے پاس لے گئے جس کو لوگ بددین کہا کرتے ہیں، خدا کی قسم وہ یا تو اس آسمان وزمین کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے یا واقعی خدا کا رسول ہے۔“

لیکن اسلام کا یہ اثر صرف اسی کی ذات تک محدود نہ رہا بلکہ تربیت یافتگان نبوت کے فیض اثر سے اس کے تمام قبیلے تک وسیع ہو گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب الصحید والطیب وضوء المسلم 1/49)

نبی کے امتیاز و شناخت کا ذریعہ صرف اخلاق ہی کا اعجاز نہیں، اس کی زبان کا ایک ایک حرف اس کی معصوم شکل و صورت کی ایک ایک ادا اعجاز اور سر تا پا اعجاز ہوتی ہے۔

”روئے داواز تیسیر معجزہ است“ (روی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت

سے لبریز تقریر کا ایک ایک حرف دل میں اتر جاتا تھا اور نبوت کا اصلی معیار سامع کے سامنے روشن ہو جاتا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو تمام مدینہ میں عمل پڑ گیا، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو مدینہ کے مشہور یہودی عالم تھے، اپنے نخلستان میں کھجور توڑ رہے تھے، آمد آمد کی خبر ان کے کان میں پہنچی تو فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

”افشوا السلام و اطعموا الطعام و صلوا الارحام و صلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام۔ (مسند احمد 5/451)

(سلام کو عام کرو اور لوگوں کو کھلاؤ پلاؤ اور رشتوں کو جوڑو اور نماز پڑھو جب کہ لوگ سو رہے ہوں تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔)

واپس گئے تو اس قدر متاثر تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں جوں ہی پہنچے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی آئے اور کہا کہ:

”میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور نیز یہ شہادت دیتا ہوں کہ آپ ایک حق مذہب لے کر آئے ہیں۔“ (صحیح بخاری، باب ہجرة النبی واصحابہ ابی المدینہ 1/556)

مناور رضی اللہ عنہ ایک شخص تھے، جن کے زمانہ جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستانہ تعلقات رہ چکے تھے، وہ جنون کا علاج کرتے تھے، اتفاق سے وہ مکہ میں آئے تو کفار سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نحوذ باللہ) مجنون ہو گئے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ”محمد! میں جنون کا علاج کرتا ہوں۔“ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تقریر کی اور اس کو ان الفاظ سے شروع کیا:

”ان الحمد لله نحمدہ و نستعینہ من بھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضلل فلا ہادی لہ و اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمداً عبداً و رسوله۔“

(تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد چاہتا ہوں، اللہ جس کو ہدایت دیتا ہے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو گمراہ کرتا ہے اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تھا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں۔)

ان پر ان فقروں کا یہ اثر پڑا کہ وہ مکرر سننے کے مشتاق ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ان کلمات کا اعادہ فرمایا، انہوں نے کہا کہ:

(بقیہ..... صفحہ ۳۶..... پر)

ہو جانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اجتناب فرمایا۔

# سوشل میڈیا صحیح اور غلط استعمال

پورے جزیرۃ العرب تک اپنی بات پہنچانے کا ذریعہ مکہ مکرمہ اور اس کے مضافات میں منعقد ہونے والے حج اور تجارتی اجتماعات تھے، حج میں تو پورے عرب سے لوگ کھینچ کھینچ کے آتے ہی تھے، اس کے علاوہ عکاظ اور ذوالحجاز وغیرہ کے میلے بھی لگتے تھے، ان اجتماعات میں جو بات کہی جاتی، جو تقریریں کی جاتیں اور جو

اشعار پیش کئے جاتے، پورے عرب میں اس کی گونج سنی جاتی اور لوگوں میں اس کا خوب جرجرا ہوتا، پوری سرزمین عرب تک اپنی بات پہنچانے کا اس سے مؤثر کوئی اور ذریعہ نہیں تھا، حالانکہ ان میلوں میں یہاں تک کہ حج میں بھی بہت سی منکرات شامل ہوا کرتی تھیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفاسد سے بچتے ہوئے دعوت اسلام کو عرب کے کونے کونے تک پہنچانے کے لئے اس موقع کا بھرپور استعمال فرمایا، یہی چیز حضرت ابوذر غفاریؓ وغیرہ کے دامن اسلام میں آنے کا ذریعہ بنا، اور یمنوں سے اسلام کی کرن مدینہ کی سرزمین تک پہنچی اور ایک آفتاب عالم تاب بن کر پورے عالم پر درخشاں ہوئی۔ لیکن ابھی عرب سے باہر اسلام کو پہنچانے کا مرحلہ باقی تھا اور اس کے لئے خط و کتابت کے سوا کوئی اور راستہ نہیں تھا، چنانچہ ہجرت کے چھٹے سال جب

ذریعہ اپنا پیغام پہنچایا تھا اور ایک پرندہ نے نامہ بر کا فریضہ انجام دیا تھا۔ (الصل: 29) جب کوئی عمومی دعوت و مشق ہو تو اس کے لئے ایسا ذریعہ استعمال کرنا جو ایک ہی وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، مکہ میں پہلے سے یہ طریقہ آ رہا تھا کہ جب بیک وقت تمام اہل مکہ کو کوئی اہم خبر پہنچانی ہوتی تو صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر اعلان کیا جاتا، تمام لوگ پہاڑی کے دامن میں جمع ہو جاتے اور کہنے والا اپنی بات کہتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نبوت سے سرفراز کئے گئے، تو آپ نے اہل مکہ تک دعوت تو حید پہنچانے کے لئے اسی قدیم ذریعہ ابلاغ کو اختیار کیا، البتہ اس میں جو بعض غیر اخلاقی طریقے شامل کر لئے جاتے تھے، جیسے: شدت مصیبت کے اظہار کے لئے سروں پر خاک اڑانا، یا بے لباس

انسان اپنی تمام ضروریات اپنے آپ پوری نہیں کر سکتا، اسے اپنی خواہش، اپنی ضرورت اور اپنا مدعا دوسروں تک پہنچانا پڑتا ہے پہنچانے کے عمل کو ”ابلاغ“ کہتے ہیں، ابلاغ کے لئے انسان کو دو قدرتی ذرائع مہیا کئے گئے ہیں، ایک: زبان، جس کے ذریعہ آپ قریب کے لوگوں تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں، دوسرے: قلم، جس کے ذریعہ آپ کوئی بات لکھ سکتے ہیں اور اسے کسی ذریعہ سے دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں، ابلاغ کے یہ دو ذرائع شروع سے استعمال ہوتے رہے ہیں، قرآن مجید میں انبیاء کی دعوت کا ذکر آیا ہے، وہ قوم کو اپنی بات سمجھانے کے لئے زبانی مخاطب کا طریقہ استعمال کیا کرتے تھے، تحریر کے ذریعہ دور تک اپنی بات پہنچانے کی مثال بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا بلیقیس کو خط ہی کے

اہل مکہ سے صلح ہوگئی، جو صلح حدیبیہ کے نام سے جانی جاتی ہے اور اہل مکہ کی یلغار مسلسل سے مسلمانوں کو کچھ اطمینان ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا کام یہی کیا کہ عرب کے گرد و پیش موجود بڑی طاقتوں اور اس وقت کی معلوم دنیا کے حکمرانوں تک دعوتی خطوط بھیجے، حدیث کی متداول کتابوں میں تو چھ فرماں رواؤں کے نام خطوط کا ذکر ملتا ہے، لیکن دنیائے تحقیق کے تاجدار ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے بقول ان کی تعداد بہت زیادہ تھی، یہاں تک کہ چین تک یہ دعوت پہنچائی گئی، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور دراز علاقوں تک پیغام حق پہنچانے کے لئے پوری وسعت کے ساتھ اس ذریعہ ابلاغ کا استعمال فرمایا۔

کائنات میں ارتقاء کا عمل جاری ہے، ہر صبح جب طلوع ہوتی ہے تو اپنے جلو میں ترقی کا ایک نیا پیغام لے کر آتی ہے اور ہر شب جب کائنات کی فضاء پر چھائی ہے تو وہ کسی نئی حقیقت سے پردہ اٹھانے کا مژدہ سناتی ہے، ترقی کا یہ سفر جیسے زندگی کے دوسرے شعبوں میں جاری ہے، اسی طرح ذرائع ابلاغ کے میدان میں بھی پوری قوت اور تیز گامی کے ساتھ جاری و ساری ہے، بلکہ اس میدان میں ٹکنالوجی کی ترقی دوسرے شعبہ ہائے زندگی کے مقابلہ زیادہ تیز ہے، ہم لوگوں نے اپنے بچپن میں دیکھا کہ اس وقت ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ ہی بہت

بڑی چیز تھی اور فون و ٹیلی گرام کو حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، لیکن آج اگر کوئی شخص ان ایجادات کو حیرت و رشک کی نظر سے دیکھے تو بچے بھی ان پر ہنسیں گے، چنانچہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا نے دور دور تک اپنی بات پہنچانے کو آسان کر دیا اور اس کی رفتار ہوا کی رفتار سے بھی بڑھ گئی، افسوس کہ مسلمان ان تمام مرحلوں میں مسلسل پسماندگی کا شکار رہے، ہم ترقی کے قافلہ کا سالار بننے کے بجائے اس قافلہ میں شامل آخری فرد بھی نہ بن سکے اور گرد کارواں بننے ہی کو اپنے لئے بڑی نعت سمجھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر عالمی اعتبار سے یہودی حاوی ہو گئے وطن عزیز ہندوستان میں فرقہ پرستوں کا بول بالا ہو گیا، اور میڈیا کے ہتھیار سے ہمارے ملی مفادات، تہذیبی اقدار، قومی وقار اور دینی افکار کا اس طرح قتل کیا گیا کہ شاید توپ اور ٹینک کے گولوں اور فائبر جہازوں کی طرف سے ہونے والی آگ کی برسات بھی ہمیں اس درجہ نقصان پہنچا جاتی: "فیما اسفاه و یا عجاہ۔"

ادھر میں سے پچیس سال کے درمیان ابلاغ کے ایسے ذرائع عام ہوئے، جن کو "سوشل میڈیا" کہا جاتا ہے، اس کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ اس پر اب تک حکومت یا کسی خاص گروہ کی اجارہ داری نہیں ہے، خدا کرے یہ صورت حال باقی رہے، اس میں

خاصا تنوع بھی ہے، جس میں واٹس اپ، فیس بک، یوٹیوب، ٹیوٹر، اسکائپ وغیرہ شامل ہیں، لیکن یہ ایک بہتا ہوا سمندر ہے، جس میں ہیرے اور موتی بھی ڈالے جاسکتے ہیں اور خس و خاشاک بھی، اس میں صاف شفاف پانی بھی اُٹھایا جاسکتا ہے اور گندہ بد بودار فضلہ بھی، اس سے دینی، اخلاقی اور تعلیمی نقطہ نظر سے مفید چیزیں بھی پہنچائی جاسکتی ہیں اور انسانی و اخلاقی اقدار کو تباہ کرنے والی چیزیں بھی، دوسری طرف اس کا اثر اتنا وسیع ہو چکا ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اس کا نفوذ اس درجہ کا ہے کہ اس کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا اور گزرنے والے ہر دن کے ساتھ اس کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے، اس لئے اگرچہ بہت سے لوگوں نے خلوص اور بہتر جذبہ کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کی، لیکن بالآخر انہیں اس کی سرکش موجوں کے سامنے ہتھیار ڈالنا ہی پڑا، اس لئے اب ہمیں اس ذریعہ ابلاغ کے مثبت اور منفی اور مفید و نقصان دہ پہلو کا تجزیہ کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں تمام مسلمانوں اور خاص کر ملت کی نوجوان نسل کی رہنمائی کرنی چاہئے۔

سوشل میڈیا کے جو منفی اور نقصان دہ پہلو ہیں وہ یہ ہیں:

(1) یہ جھوٹی خبریں پھیلانے کا ایک بڑا نیٹ ورک بن گیا ہے اور اکثر بہت سی باتیں کسی تحقیق کے بغیر اس میں ڈال دی

جاتی ہیں، کیونکہ اس پر حکومت یا کسی ذمہ دار ادارہ کی گرفت نہیں ہے، جب کہ اسلام نے ہمیں جھوٹ تو جھوٹ، ہر سنی ہوئی بات نقل کر دینے اور بلا تحقیق کسی بات کو آگے بڑھانے سے بھی منع کیا ہے۔ (حجرات 6)

(2) عام جھوٹی خبروں کے علاوہ یہ لوگوں کی غیبت کرنے، ان کی کوتاہیوں کو طشت از باہم کرنے، یہاں تک کہ لوگوں پر بہتان تراشی اور تہمت اندازی کے لئے بھی وسیلہ بن گیا ہے اور انسان کی فطرت یہ ہے کہ جب کسی اچھے آدمی کے بارے میں کوئی بری بات کہی جائے، خواہ وہ بات کتنی ہی ناقابل اعتبار ہو تو لوگ اس کا آئندہ بند کر کے یقین کر لیتے ہیں، جس کی کھلی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت کا واقعہ ہے، جو خود عہد نبوی میں پیش آیا اور بعض سادہ لوح مسلمان بھی منافقین کے اسی سازشی پروپیگنڈہ سے متاثر ہو گئے۔

(3) اس ذریعہ ابلاغ کو نفرت کی آگ لگانے اور تفرقہ پیدا کرنے کے لئے بھی بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، فرقہ پرست عناصر تو یہ حرکت کرتے ہی ہیں، لیکن خود مسلمانوں کے درمیان مسلکی اختلافات کو بڑھا دینے میں اس کا بڑا اہم

رول رہا ہے، اس میڈیا پر مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے انسانیت دشمن جذباتی مقررین کی تقریریں بھی موجود ہیں اور

مسلمانوں کے مختلف مسالک کے درمیان مناظروں کی شرمناک محفلیں بھی، جو بہت تیزی سے باہمی نفرت کو جنم دیتی اور فساد کی آگ بھڑکاتی ہیں۔

(4) اس میڈیا کا دہشت گردی اور تشدد کے لئے بھی استعمال کیا جا رہا ہے اور استعمال کرنے والوں میں مختلف مذاہب کے خود ساختہ نمائندے شامل ہیں، جنہوں نے لوگوں کی نگاہوں میں دھول جھونکنے کے لئے مذہب کا مقدس لباس پہن رکھا ہے۔

(5) اس ذریعہ ابلاغ کا سب سے منفی پہلو ”فحشاء“ کی اشاعت اور بے حیائی کی تبلیغ ہے، جو چیز انسان کو اپنے خلوت کدہ میں گوارہ نہیں ہو سکتی، وہ یہاں ہر عام و خاص کے سامنے ہے، یہ اخلاقی اقدار کے لئے تباہ کن اور شرم و حیا کے لئے زہر ہلاہل سے کم نہیں، اور افسوس کہ حکومتیں ایسی سائنسوں کو روکنے میں کوئی دلچسپی نہیں لیتیں، ورنہ سماج بے حیائی کے اس سیلاب بلاخیز سے بچ سکتا تھا۔

ان منفی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کے بہت سے مثبت اور مفید پہلو بھی ہیں اور اس کا صحیح استعمال کر کے اسلامی اور انسانی نقطہ نظر سے بہت سے اچھے کام کئے جاسکتے ہیں، جن کا تذکرہ مناسب ہوگا:

(1) بچوں، جوانوں، عورتوں، بوڑھوں اور عام مسلمانوں میں ان کی ضرورت کے لحاظ سے دین کی تعلیم و

اشاعت اور اخلاقی تربیت کے لئے اس کو آسانی کے ساتھ بہت مؤثر طریقہ پر استعمال کیا جاسکتا۔

(2) اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں اور زیادہ تر اسی راستہ سے کی جاتی ہیں، اسی میڈیا سے ان کا مؤثر طریقہ پر رد کیا جاسکتا ہے۔

(3) تعلیم کے لئے اب یہ ایک مؤثر ذریعہ بن چکا ہے اور جیسے ایک طالب علم کلاس روم میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتا ہے، یا اپنے ٹیوٹر کے سامنے بیٹھ کر کلاس روم کی کمی کو پورا کرتا ہے، اسی طرح وہ اس ذریعہ ابلاغ سے بھی علم حاصل کر سکتا اور اپنی صلاحیت کو پروان چڑھا سکتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ کسی کو روہ دیہات میں بیٹھے ہوئے طالب علم کے لئے بھی اس کے ذریعہ مشرق و مغرب کے ماہر ترین اساتذہ سے کسب فیض کرنا ممکن ہے، ایسے تعلیمی مفادات کے لئے اس ذریعہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(4) صحت و علاج کے شعبہ میں بھی اس سے مدد لی جاسکتی ہے۔ بلکہ لی جارہی ہے، اس کے ذریعہ ماہر ترین معالجین سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، یہاں تک کہ ہندوستان میں ایک ڈاکٹر آپریشن کرتے ہوئے امریکہ کے کسی ڈاکٹر کے مشورہ سے مستفید ہو سکتا ہے۔

(5) موجودہ صورت حال یہ ہے کہ

پرنٹ میڈیا یا نیز نیٹیل اور انٹرنیٹ  
 الیکٹرانک میڈیا جموٹی خبریں بنانے اور  
 پھیلانے، نیز سچی خبروں کو دبانے اور  
 چھپانے میں ایک دوسرے پر بازی لے  
 جانے میں لگا ہوا ہے، اور نہایت مہارت  
 کے ساتھ مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنا کر  
 پیش کر رہا ہے، ان حالات میں سوشل میڈیا  
 کے ذریعہ سچائی کو پیش کرنے اور جموٹی کی  
 قلعی کھولنے کی اہم خدمت انجام دی  
 جاسکتی ہے۔ چنانچہ عالمی و ملکی سطح پر کئی  
 واقعات ایسے ہیں، جن میں سوشل میڈیا کی  
 حقیقت بیانی نے ظالموں اور دروغ گو یوں  
 کو شرمندہ کیا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ سوشل  
 میڈیا کا اچھے مقاصد کے لئے استعمال کیا  
 جائے اور اس کی مضرتوں سے نئی نسل کو بچایا  
 جائے، کیونکہ جن چیزوں میں نفع اور نقصان  
 دونوں پہلو ہوں، اور اس ذریعہ کو بالکل ختم  
 کر دینا ممکن نہ ہو تو اسلامی نقطہ نظر سے اس  
 کے لئے یہی حکم ہے کہ اس کو مفید طریقہ پر  
 استعمال کیا جائے اور نقصان دہ پہلوؤں سے  
 بچا جائے، جس چاقو سے کسی جانور کو حلال  
 طریقہ پر ذبح کیا جاسکتا ہے اور کسی بیمار کو  
 نشتر لگایا جاسکتا ہے، وہی چاقو کسی بے تصور  
 کے سینہ میں پیوست بھی کیا جاسکتا ہے، تو  
 ہمارے لئے یہی راستہ ہے کہ ہم چاقو کے  
 صحیح استعمال کی تربیت کریں۔

اس پہلو سے سوشل میڈیا میں جن

باتوں سے نئی نسل کو بچانے کی ضرورت ہے،  
 ان میں چند اہم نکات یہ ہیں:

(1) چھوٹے بچوں کو جہاں تک  
 ممکن ہو، اس سے دور رکھا جائے، تاکہ  
 ان کی پہنچ ایسی تصویروں تک نہ ہو جائے،  
 جو ان کے ذہن کو پراگندہ کر دے، یا نقل و  
 ظلم کے مناظر دیکھ کر ان میں مجرمانہ سوچ  
 پیدا ہو جائے۔

(2) طلبہ و طالبات اور نوجوانوں کو  
 تعلیمی اور تعمیری مقاصد کے لئے ایک مختصر  
 وقت ان ذرائع سے استفادہ کے لئے  
 مخصوص کر لینا چاہئے، کیونکہ اس کا بہت  
 زیادہ استعمال انسان کو وقت ضائع کرنے کا  
 عادی بنا دیتا ہے اور پیغامات کی تسلسل کی  
 وجہ سے وہ بعض اچھی چیزوں کو بھی اتنی دیر  
 تک دیکھنے کا خوگر ہو جاتا ہے کہ اصل کام  
 سے اس کی توجہ ہٹ جاتی ہے، یہ بھی ایک  
 طرح کا لہو و لعب ہے جس سے بچنے کا حکم  
 دیا گیا ہے اور یہ صحت کے نقطہ نظر سے بھی  
 نہایت نقصان دہ ہے۔

(3) جو عمل عام حالات میں جائز  
 نہیں ہے، وہ ان ذرائع کے ذریعہ بھی  
 جائز نہیں ہے، جیسے: جموٹی، بہتان  
 تراشی، لوگوں کی کوتاہیوں کو طشت از بام  
 کرنا، مذاق اڑانا، سب و شتم کے الفاظ  
 لکھنا یا کہنا، یہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور ان  
 سے بچنا شرعی فریضہ ہے۔

(4) ایسی خبریں لکھنا یا ان کو آگے

بڑھانا جن سے اختلاف بڑھ سکتا ہے، جائز  
 نہیں ہے، اگرچہ کہ وہ سچائی پر مبنی ہوں، اس  
 لئے کہ جو سچ مسلمانوں کے دلوں کو پارہ پارہ  
 کرتا ہو اور انسان انسان کے درمیان نفرت  
 کے بیج بوتا ہو، اس سے وہ جموٹی بہتر ہے،  
 جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے اور اختلاف  
 کو اتحاد سے بدلنے کا کردار ادا کر سکے۔

(5) ایسی چیزیں دیکھنا، دکھانا، لکھنا  
 اور پڑھنا، سب کا سب حرام ہے، جو فحش  
 اور بے حیائی کے دائرہ میں آتا ہو، خواہ وہ  
 تصویر کی شکل میں ہو یا آواز کی، تحریر کی شکل  
 میں ہو یا کارٹون کی، شعر کی شکل میں ہو یا  
 لطیفہ کی، ان سے اپنی حفاظت کرنا اس دور  
 میں نوجوانوں کے لئے بہت بڑا جہاد اور  
 ایک عظیم عبادت ہے۔

(6) سوشل میڈیا پر اسلام اور متین  
 اسلام، مسلمانوں کی تاریخ اور مقدس  
 مقامات و شخصیات کے بارے میں ایسی  
 نازیبا باتیں بھی آ جاتی ہیں، جو بجا طور پر  
 نوجوان تو کیا ہر مسلمان کے خون کو گرما  
 دینے اور دل کو کھولا دینے کے لئے کافی  
 ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمیں صبر، سنجیدگی  
 اور متانت سے کام لینا چاہئے اور ایسے  
 جذباتی رد عمل کا اظہار نہیں کرنا چاہئے، جو  
 نفرت کو بڑھانے والا ہو، اگر ناشائستہ  
 باتوں پر اس طرح کے کمنٹ  
 (Comment) کئے گئے تو جو لوگ  
 اسلام، امن اور انسانیت کے دشمن ہیں، ان

ان کے بارے میں شکوک و شبہات کا راستہ  
 کھول دے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی  
 بھی قسم کی اقدامی یا جواہی دہشت گردی کو  
 پسند نہیں کرتا، کیونکہ اس میں بے قصور  
 لوگوں کی موت ہو جاتی ہے، اسلام تو امن و  
 انسانیت، عنود و رگزار اور محبت و بھائی چارہ  
 کا پیغامبر ہے نہ کہ نفرت اور ظلم کا سوداگر۔  
 میرا پیغام، محبت ہے جہاں تک پہنچے!

نوجوانوں کو ایسی سائنسوں سے دور رہنا  
 چاہئے، جن کا تعلق دہشت گردوں جیسے  
 ”داعش“ وغیرہ سے ہے، ان کے قریب  
 بھی جانے سے بچنا چاہئے، کیونکہ یہ چیز  
 غلط راستہ پر لے جاتی ہے، یا کم سے کم  
 شکوک و شبہات کو جنم دیتی ہے، اس لئے  
 نوجوانوں کو تہمت کے ان مواقع سے دور  
 رہنا چاہئے اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا  
 چاہئے، جو ان کو غلط راستہ پر ڈال دے، یا

کا مقصد پورا ہو جائے گا، اس کے بجائے  
 علم کی روشنی میں مدلل اور سنجیدہ طریقہ پر ان  
 کا جواب دینا اور ان کی بات پر ریمارک  
 کرنا چاہئے، کیونکہ جذبات و اشتعال سے  
 وہ لوگ کام لیتے ہیں، جن کے پاس دلیل  
 کی قوت نہیں ہوتی، جن کے پاس دلیل کا  
 ہتھیار موجود ہو، ان کو بے برداشت ہونے  
 کی ضرورت نہیں۔

(7) نہایت قابل توجہ بات یہ ہے کہ

○○○

## رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۲۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (نی شمارہ صرف بیس روپے اور سالانہ خریداری - 200/ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے پیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقم ”ادارہ رضوان“ کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زرسالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور مٹی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زرسالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زرسالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ”رضوان“ خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی و کوشش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ”رضوان“ کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

قارئین رضوان سے گزارش ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کر سکتے ہیں۔

**Bombay Mercantile Co-operative Bank, Lucknow-18**

**Name of Account "RIZWAN MONTHLY", Account No. : 205110100005299**

**IFSC Code : UTIBOSBMCBI**

نوٹ: رقم ڈالنے کے بعد دفتر کو مطلع ضرور کریں ورنہ رقم آپ کے کھاتہ میں منتقل نہ ہوگی۔ اس نمبر پر مطلع کریں 9415911511 Cantt. No. :

# اولاد کی تربیت میں اسلام کا معتدل کردار

درست اور صحیح سالم رہتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے، تو پورا بدن خراب ہو جاتا ہے، پھر ارشاد فرمایا خبردار ہو جاؤ کہ وہ دل ہے۔“

بڑی پیاری حدیث کے ذریعے ہمیں اشارہ فرمایا کہ بدن انسان کی اصلاح و فساد کا انحصار انسانی بدن کے ایک لوتھڑے پر موقوف ہے، جسے دل کہا جاتا ہے، اگر دل درست ہو تو پورا بدن درست ہوگا اور اگر دل میں خرابی ہو تو سارا بدن ہی گویا خراب ہے۔

ٹھیک اسی طرح ہم جو احوال و کوائف سے دوچار ہو رہے ہیں، اس تخریب کاری میں کوئی توجہ جو دل کی حیثیت لیے بیٹھا ہے۔ آج جو ہمارا معاشرہ طریقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر اپنی کامیابی تلاش کرنے میں جس قدر اپنا خون پسینہ ایک کر رہا ہے اور جتنا وہ کامیابی سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے، کامیابی اتنی ہی زیادہ اس سے دامن چھڑا رہی ہے، اس قعر مذلت کا گہرائی اور معاشرے میں ہمارے تنزل کے اسباب بہت سارے ہیں، لیکن جو سبب قلب کی حیثیت رکھتا ہے، وہ ہے ہماری نسلوں اور اولاد کی عدم تربیت، جس طرح انسان کے صلاح و فساد کا انحصار آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب کو بتلایا ہے، ٹھیک اسی طرح ہمارا معاشرہ ایک جسد انسانی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا قلب ہماری نسلیں ہیں۔ ”اذا فسدت فسد الجسد کلہ“ ان کا بگاڑ معاشرے کا بگاڑ ہے۔

اسلام میں اولاد کی تربیت ایک اہم

والدین کے سرور کا ذریعہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب ہوتی ہے اور اولاد زوجین کے مابین محبت میں اضافہ کا حسین سلسلہ ہے، روز قیامت اللہ ہم سب سے اس نعمت کے بارے میں باز پرس کرے گا اور اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنا ہمارا پہلا فریضہ ہے اور اس نعمت کی قدر اس کی تربیت پر موقوف ہے۔

ایک حدیث کے مطالعے کے درمیان بالکل عجیب بات ذہن سے گزری، حدیث تو باب التقویٰ کے تحت آئی ہے، لیکن اس حدیث کی روح اگر دیکھی جائے تو واقعہ ایک گلدان میں قسمہا قسم کے الگ الگ خوشبودار پھول کا حصول ہوگا، چنانچہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”الا وان فی الجسد لمضعة، اذا صلحت صلح الجسد کلہ، واذا فسدت فسد الجسد کلہ، الا وہی القلب۔“ (متفق علیہ)

”انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے تو پورا بدن

اسلام نے ہر انسان پر ذمے داری ڈالی ہے کہ وہ اپنی اصلاح کے ساتھ ہی اپنے ہاتھوں اور گھر والوں کی اصلاح کی بھی فکر کرے۔ ان میں بھی سب سے زیادہ حق اولاد کا ہے، اولاد کی اچھی تربیت کرنا اور دین کے راستے پر ان کو چلانے کی فکر کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ بچوں کو شروع میں جس راستے پر ڈال دیا جاتا ہے، عام طور پر اخیر عمر تک وہ اسی راستے پر چلتے رہتے ہیں۔

اسلام نے ماں باپ پر بچوں کے تعلق سے جو ذمے داری ڈالی ہے، ان میں سب سے بڑی ذمے داری اولاد کی تربیت ہے، یہ بہت ہی اہم ذمے داری ہے، جس میں ذرا سی غفلت بھی بچے کے مستقبل کے لئے بڑے خطرے کی بات ہو سکتی ہے، اس لئے اس سلسلے میں خاص فکر اور توجہات کی ضرورت ہے۔

اولاد

رب کائنات کا وہ عظیم تحفہ اور بے بدل عطیہ ہے، جس کا ہر انسان خواہاں ہوتا ہے کہ یہ نعمت عظمیٰ اس کے حصہ میں آئے۔ اولاد

شعبہ ہے، جس میں اولاد کے ایمان اور اخلاقی تربیت پر خصوصاً توجہ دی گئی ہے۔

## اسلامی و ایمانی تربیت

اسلامی و ایمانی تربیت سے مقصود یہ ہے کہ جب بچے میں شعور اور سمجھ پیدا ہونے لگے، اسی وقت سے اس کو ایمان کی بنیادی باتیں اور اصول سمجھائے جائیں اور سمجھدار ہونے پر اسے ارکان اسلام کا عادی بنایا جائے اور جب تمھوڑا اور بڑا ہو جائے، تو اسے شریعت مطہرہ کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی جائے۔

اصول ایمان سے ہماری مراد وہ ایمانی حقائق اور غیبی امور ہیں، جو صحیح اور سچی نصوص کے ذریعے ثابت ہوں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ پر ایمان لانا، فرشتوں پر ایمان لانا، آسمانی کتابوں پر ایمان لانا، تمام رسولوں پر ایمان لانا، فرشتوں کے سوال و جواب پر ایمان، عذاب قبر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے، حساب و کتاب، جنت اور دوزخ اور دیگر تمام غیبی امور پر ایمان لانا۔

اور ارکان اسلام سے ہماری مراد تمام بدنی و مالی عبادات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور جو طاقت رکھتا ہو اس کے لئے حج اور شریعت کی بنیادی باتوں سے ہماری مراد ہر وہ چیز ہے، جو ربانی نظام اور اسلامی تعلیمات سے متعلق ہو، خواہ وہ عقیدہ سے متعلق ہو یا عبادات اخلاق، تشریح و قانون، نظام اور احکام سے..... لہذا مربی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ شروع سے ہی ایمانی تربیت کے ان مفہموں اور اسلامی تعلیمات کی ان بنیادوں

پر بچے کی تربیت کرے، تاکہ وہ عقیدہ و عبادات، منہاج اور نظام کے لحاظ سے اسلام سے مربوط اور اس تربیت اور راہ نمائی کے بعد کتب اسلام کے علاوہ کسی کتاب کو امام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی قائد و مقتدی کو راہ نمائے نہ جانے۔

ایمانی تربیت کے مفہموں کا یہ عام اور محیط ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ارشادات اور وصایا سے حاصل کیا گیا ہے، جو بچے کو ایمان کے اصول اور اسلام کے ارکان اور شریعت کے احکام تقنین کرنے کے سلسلے میں وارد ہوئے ہیں، اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم ارشادات اور وصایا ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

تربیت کی ابتدا کلمہ توحید سے

امام حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "افتحوا علی صبیبتکم اول کلمۃ بلا اللہ الا اللہ۔"

اپنے بچوں کو سب سے پہلے لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔ اس حکم کا راز یہ ہے کہ کلمہ توحید اسلام میں داخل ہونے کا شعار اور ذریعہ ہے، اس لئے سب سے پہلے بچے کے کان میں اس توحید کی آواز پڑے، سب سے پہلے اس کی زبان سے یہی کلمہ جاری ہو اور سب سے پہلے جن کلمات کو یہ بچہ سمجھے اور دیکھے وہ یہی کلمہ ہو۔ بچے میں عقل و شعور آنے پر سب سے پہلے اسے حلال و حرام کے احکامات سکھانا چاہئیں۔

ابن جریر اور ابن منذر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو اور اپنی اولاد کو احکامات پر عمل کرنے اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے، ان سے بچنے کا حکم کرو، اس لئے کہ یہ تمہارے اور ان کے آگے سے بچنے کا ذریعہ ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ جب سے بچے کی آگہ کھلے، وہ اللہ کے احکامات پر عمل کرے اور ان کی بجا آوری کا اپنی آپ کو عادی بنائے، جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے بچے اور دور رہنے کی مشق کرے اور بچہ غسل و شہد کے پیدا ہوتے ہی، جب حلال و حرام کے احکامات سمجھنے لگے گا اور بچپن ہی سے شریعت کے احکام سے اس کا ربط ہوگا، تو وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین و مذہب کو شریعت اور منہاج زندگی نہیں سمجھے گا۔

سات سال کی عمر ہونے پر بچے کو عبادات کا حکم دینا

حاکم اور ابوداؤد حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مروا اولادکم بالصلۃ وہم ابناہ سبع سنین و اضربوہم علیہا و ہم ابناہ عشر و فرقوا بینہم فی المضاجع۔"

"اپنی اولاد کو سات سال کا ہونے پر نماز کا حکم کرو اور نماز نہ پڑھنے پر مارو جب وہ

دس سال کے ہو جائیں اور ان کے بچھو نے (بستر) الگ کر دو۔“

روزہ کو بھی نماز پر قیاس کیا جائے گا، لہذا جب بچہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے، تو عادت ڈلوانے کے لئے اسے روزہ بھی رکھوانا چاہئے اور اگر باپ کے پاس گنجائش ہو تو بچے کو حج کا بھی عادی بنانا چاہئے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ بچہ شروع ہی سے ان عبادات کے احکام سیکھ لے اور نو عمری ہی سے ان کو ادا کرنے اور ان کے حق پورا کرنے کا عادی بن جائے۔ اسی طرح اللہ کی اطاعت، اس کا حق پورا کرنے، شکر یہ ادا کرنے، اس کی طرف متوجہ ہونے، اس سے التجا کرنے، اس کی ذات پر بھروسہ کرنے، اس پر کامل اعتماد کرنے، ہر پریشانی اور تکلیف کے وقت اس کی طرف متوجہ ہونے اور اس کے حکم پر گردن جھکانے کا عادی بن جائے۔ اور ان عبادت سے اسے اپنی روح کی پاکیزگی اور جسم کے لئے صحت اور اخلاق کے لئے مغانی اور اقوال و افعال کی اصلاح معلوم ہونے لگ جائے۔

اولاد کو تلاوت قرآن پاک اور اہل بیت سے محبت پر ابھارنا طبرانی حضرت علیؑ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال، حب نبیکم، وحب آل بیتہ، وتلاوة القرآن، فان حملة القرآن فی ظل عرش اللہ یوم لا

ظل الا ظله مع انبیائہ واصفیائہ۔“ اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ، اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور تلاوت قرآن پاک، اس لئے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سایے میں انبیاء اور منتخب لوگوں کے ساتھ اُس روز ہوں گے، جس روز اس کے سایے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔“

علمائے تربیت و اخلاق کے یہاں یہ مسلم امور میں سے ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو فطرۃً تو حید اور ایمان باللہ پر پیدا ہوتا ہے اور اصل کے اعتبار سے اس میں طہارت و پاکیزگی اور برائیوں سے دوری ہوتی ہے، اس کے بعد اس کو اگر گھر میں اچھی اور عمدہ تربیت اور معاشرہ میں اچھے اور نیک ساتھی اور صحیح اسلامی تعلیمی ماحول میسر آجائے تو بہترین تربیت میں بڑھتا پلتا ہے۔

حقیقت دراصل وہ ایمانی فطرت ہے، جسے قرآن کریم نے مقرر کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علمائے تربیت و اخلاق نے اس کی تاکید کی ہے، قرآن کریم نے اسے اس طرح مقرر فرمایا ہے: (فطرۃ اللہ التي فطر الناس علیہا لا تبدل لخلق اللہ)۔ (الروم: 30)

”اللہ کی اس فطرت کا اجماع کرو، جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔“ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید اس طرح ہے: کل مولود یولد علی

الفطرة فابواه یهودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ۔“ (نبیؐ)

”ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔“

### حضرات مریدین

اس مناسبت سے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنے معاشرے کی کچھ حقیقی اور واقعی مثالیں اور گندے اور آزاد ماحول کی کچھ تصویر کشی کر دوں، تاکہ آپ کو اُن عوامل کا پتہ چل جائے، جو بچے کے عقیدے و اخلاق میں انحراف کا ذریعہ بنتے ہیں اور ساتھ ہی آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اگر والدین اور سرپرستوں نے اپنی اولاد کی تربیت میں تساہل سے کام لیا، تو عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ بچے کجی اور گمراہی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور کفر و الحاد کی بنیادی باتوں کو اپنا لیتے ہیں۔

جو والدین اپنے بچوں کو غیر مسلموں کے اسکولوں اور مشنری تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے ہیں، جہاں بچے عیسائی استاذوں سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں تو اس کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے بچہ کجی اور گمراہی پر بڑھتا پلتا ہے اور کفر و الحاد کی جانب آہستہ آہستہ راغب ہو جاتا ہے، بلکہ اس کے دل میں اسلام کی طرف سے نفرت اور دین اسلام سے بغض راسخ ہو جاتا ہے۔ جو والدین اپنے بچے کی باگ ڈول لٹھ

استاذ اور گندے مریبوں کے ہاتھوں میں دیدیتے ہیں، جوان بچوں کو لکڑی کی باتیں سکھاتے اور ان کے دل میں گمراہی کے بیج بو دیتے ہیں، تو ظاہر بات ہے ان کا بچہ الہادی تربیت اور خطرناک لادینی نظریات میں نشوونما پائے گا۔

جو باپ اپنے بیٹے کو موقع فراہم کرے گا کہ وہ طحروں اور مادہ پرستوں کی کتابیں پڑھے، جو اسلام پر اعتراض کرتے ہوئے لکھی گئی ہیں اور جو اپنی اولاد کو کھلی چھوٹ دے دے گا کہ وہ، جن لحدانہ کافرانہ ذہن رکھنے والی جماعتوں اور لادینی تنظیموں کے ساتھ منسلک ہونا چاہے، ہو جائے اور ایسی جماعتوں سے وابستہ ہو جائے جن کا اسلام سے عقیدہ و افکار اور تاریخی لحاظ سے کوئی بھی جوڑ نہ ہو، تو بلاشبہ بچہ گمراہ کن عقائد اور کافرانہ و لحدانہ باتوں میں پڑے گا، بلکہ وہ درحقیقت ادیان و مذاہب اور دینی و اخلاقی اقدار اور مقدسات کا کھلا دشمن ہوگا۔

اخلاق و کردار کے لحاظ سے بچے کی تربیت کے سلسلے میں اہم نصیحتیں

امام ترمذی روایت نقل کرتے ہیں کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما نحل والد ولدا من نحل افضل من ادب حسن۔ کسی باپ نے اپنے بیٹے کو عمدہ اور بہترین ادب سے زیادہ اچھا ہدیہ نہیں دیا۔

اور ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اکرموا اولادکم، و احسنوا ادبہم۔ اپنے بچوں کا اکرام کرو اور انہیں اچھی تربیت دو۔

عبدالرزاق اور سعید بن منصور وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "علموا اولادکم و اہلیکم الخیر، و ادبہم۔"

اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر و بھلائی کی باتیں سکھاؤ اور ان کو اچھی تربیت دو۔

ابن حبان حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الغلام یعق عنہ یوم السابع، و یمسوی و یماط عنہ الاذی فاذا بلغ ست سنین ادب، و اذا بلغ تسع سنین عزل عن فراشہ، فاذا بلغ ثلاث عشرة عنہ ضرب علی الصلاة والصوم، و اذا بلغ ست عشرة زوجہ ابوہ، ثم اخذ بیدہ، وقال: قد ادبتک، و علمتک، و انکحتک، اعوذ باللہ من فتنتک فی الدنیا و عذابک فی الآخرة۔"

بچے کا ساتویں دن عقیدہ کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بال وغیرہ کاٹ دیے جائیں اور جب سات سال کا ہو جائے تو ادب سکھائیں، پھر جب نو سال کی عمر کو پہنچ جائے، تو اس کا پھونٹا الگ کر دیا جائے اور پھر جب تیرہ سال کا ہو جائے تو نماز اور روزہ کے لئے اسے مارا جائے اور پھر جب سولہ سال کا ہو جائے تو اس کی شادی کرادے اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہے، میں

نے تمہیں تعلیم دی اور ادب سکھایا اور تمہارا نکاح کر دیا، میں اللہ کے ذریعے دنیا میں تمہارے فتنہ آزماتش سے اور آخرت میں عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ نتیجہ..... تربیت سے متعلق ان احادیث کے مجموعے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ تربیت کرنے والے، خصوصاً والدین پر یہ بڑی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اولاد کو خیر سکھائیں اور اخلاق کی بنیادی باتیں ان کی گھٹی میں ڈال دیں۔

بچوں کے بگاڑ کے اسباب

وہ بڑے عوامل و اسباب کیا ہیں؟ جو اس مسموم زہریلے، بے حیائی اور حیا سوز مناظر سے معاشرے میں، بچوں میں انحراف پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں، ان کے اخلاق کو خراب کر کے تباہی کے کنارے پہنچا دیتے اور ان کی تربیت کو بگاڑ دیتے ہیں۔ شرفناہ، زلیغ و ضلال اور اخلاقی خرابیاں جو ہر طرف سے، بچوں کو گھیرے ہوئے اور ہر جانب سے ان کو محیط ہیں اور ہر جگہ ان کے سامنے ہیں، ان کے باعث اور اسباب کس قدر کثرت سے پائے جاتے ہیں، اس لئے اگر تربیت کے ذمہ دار اپنے فرائض نہیں سمجھیں گے اور ویانت سے ان کو پورا نہ کریں گے اور ان کو انحراف کی وجہ و اسباب نہ معلوم ہوں اور ان کے علاج کے سلسلے میں وہ صاحب بصیرت نہ ہوں اور صحیح راستہ اختیار نہ کریں اور بچوں کو ان خرابیوں سے نہ بچائیں، تو ظاہر بات ہے کہ ایسے بچے معاشرے کے لئے ناچار افراد بنیں گے، بلکہ وہ فساد و جرائم کی بنیاد ہوں گے۔

## بے راہ روی کے درجے

اسلام میں عبادت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ نظام عبادت کے تصور کے بغیر دین اپنی اصل اور صحیح شکل میں باقی نہیں رہ پاتا۔ یہ الگ حقیقت ہے کہ دین کے تمام احکام کی تکمیل بوجہ اللہ عبادت ہے، مثلاً نماز، روزہ، حج، تلاوت قرآن، ذکر الہی، دعا، راست گوئی، امانت داری، اطاعت والدین، ایٹائے عہد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ، پڑوسیوں، مسکینوں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک، جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اس قسم کے تمام اعمال صالحہ عبادت کے اجزا ہیں۔ اسی طرح اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، خشیت، انابت، اخلاص، صبر و شکر، توکل اور تسلیم و رضا وغیرہ ساری اچھی صفات عبادت میں شامل ہیں، مگر عبادت مشہورہ نماز، روزہ اور حج کے اندر جو خالق کائنات سے ربط اور مناسبت پیدا کرنیکی تاثیر اور انسان کے روحانی اور ملکوتی پہلو کی ترقی اور تکمیل کی خاصیت ہے، وہ کسی دوسرے عمل میں نہیں۔

لیکن عبادت میں سب سے بڑی رکاوٹ جو انسان کی راہ میں پیش آتی ہے وہ ہے ”غفلت“ اس سے نکلنے کے لیے اللہ پاک نے نماز پنج گانہ فرض کی، تاکہ انسان

ان اوقات میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اپنے عہد و پیمانہ کی تجدید کرتا رہے۔ سورہ طہ آیت: 14 میں فرمایا گیا: ”اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔“ نماز علامت ایمان اور عبودیت الہی کا مظہر ہے اور یہ انسان کو نفس اور شیطان کی پیروی سے باز رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس کی محافظت سے شیطان اس کے پاس پھٹکنے نہیں پاتا۔

اس کے برعکس اگر انسان ترک نماز کا عادی ہو گیا تو پھر خیر نہیں۔ وہ نفس کا غلام اور شیطان کے ہاتھ کا کھلونا بن کر رہ جاتا ہے، حتیٰ کہ ضلالت و گمراہی کے عمیق غار میں جا گرتا ہے۔ کیونکہ ترک نماز گمراہی کے اسباب میں سے ہے۔ قرآن مجید میں نماز کے ضائع کردینے کو گمراہوں کی صف قرار دیا گیا ہے: ”پھر ان کی جگہ آئے ناخلف، کھو بیٹھے نماز اور پیچھے پڑ گئے مڑوں کے، سو دیکھ لیں گے گمراہی کو۔“ (سورہ مریم آیت: 59) اسی طرح فسق و فجور بھی گمراہی کا ایک سبب ہے۔ فسق کے معنی ہیں طاعت سے نکل جانا۔ علامہ راغب فرماتے ہیں: فسق فلان، خدج عن حجر الشرح۔ اور فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو حکم شرع کا قائل اور اس کا اقرار کرنے والا ہو، لیکن وہ اس کے تمام یا بعض

احکام کی انجام دہی اور بجا آوری میں کوتاہی کرتا ہو۔ (مفردات القرآن: 636) ایسا شخص ہدایت الہی سے محروم ہو جاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے: ”بے شک اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔“ (سورہ المنافقون: 6)

لہذا دین پر استقامت اور ہدایت کے لئے انسان کو فسق و فجور خصوصاً گناہ کبیرہ سے احتراز کو لازم اور ضروری سمجھنا چاہئے، اگر اس میں جتلا ہو تو فوراً توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔

معاشرتی امور میں بندوں کے حقوق کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی رعایت کی تعلیم قرآن و حدیث سے ملتی ہے، جن میں حقوق والدین، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے حقوق، نیز آپسی عہد و پیمانہ کی پابندی پیش پیش ہیں۔

قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ صلہ رحمی، حسن سلوک، ان کی خدمت اور ان کے لئے دعائے خیر کرتے رہنے کی ہدایت فرمائی ہے اور ان کی نافرمانی و ایذا رسانی کے تمام اسباب کو حرام قرار دیا ہے۔ سورہ اسراء آیت: 23-27 اس کی ترجمانی کرتی ہے: ”اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کیا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو۔ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، جب وہ تمہاری موجودگی میں بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہو، انہیں جھڑکومت، بلکہ ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعد اگر بندے پر کسی کا احسان ہے تو وہ والدین کا ہے، نہ ایں طور کہ وہ اولاد کے وجود کے لئے سبب ظاہری ہیں۔ ولادت

سے جوانی تک ان کی پرورش کرتے ہیں، ان کی تعلیم و تربیت کی ساری ذمہ داری انہی کے سر ہوتی ہے۔ قرآن مقدس کی تعلیمات اور والدین کے اتنے سارے احسانات کے باوجود اگر کوئی شخص ان کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کا یہ عمل باعث لعنت و گمراہی ہے، جسے اس آیت کریمہ سے سمجھا جاسکتا ہے: ”پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قراتیں، ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے، پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دی انکی آکھیں۔“ (سورہ محمد آیت : 22-23)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شرک کے بعد عظم اعظم والدین کی نافرمانی ہے، نیز اللہ پاک نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور آیت مذکورہ میں صراحت ہے کہ قطع تعلق کرنے والا لعنت اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ اب دیکھئے کہ انسان کا سب سے قریب ترین رشتہ اپنے والدین سے ہے، لہذا ان کی نافرمانی بھی اسی قدر قابل مذمت ہوگی۔ نیز حدیث پاک میں بھی والدین کی نافرمانی اور قطع تعلق پر سخت وعید آئی ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت حضرت جبیر بن مطعم سے ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (ریاض الصالحین: 166) معلوم ہوا کہ والدین کی نافرمانی اور رشتہ داروں سے قطع تعلق لعنت اور گمراہی کے اسباب ہیں، جن کی وجہ سے بندہ طاعت رب سے نکل جاتا ہے اور

شیطان کے دام میں جا پھنستا ہے۔

جہاں تک آپسی عہد و پیمان کی تعلیم اور اس پر کار بند رہنے کی ہدایت کا تعلق ہے، تو اس کا ثبوت بھی کلام الہی اور حدیث نبوی سے ملتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت: 34 میں ہے۔ ”پورا کرو عہد کو، بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔“ عہد دو طرح کے ہیں: ایک وہ جو اللہ اور بندے کے درمیان ہے، جیسے ازل میں بندہ کا یہ عہد کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔ اس عہد کا لازمی اثر اس کے احکام کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی ہے۔ دوسری قسم عہد کی وہ ہے جو انسان کسی انسان سے باہمی معاملات کی بنیاد پر کرتا ہے۔ پہلی قسم کے تمام معاہدات کا پورا کرنا انسان پر واجب ہے اور دوسری قسم میں جو معاہدات خلاف شرع نہ ہوں ان کا پورا کرنا واجب اور جو خلاف شرع ہوں ان کا فریق ثانی کو اطلاع کر کے اس کو ختم مردینا واجب ہے۔

(معارف القرآن، ج: 5، ص: 480)

اب جب کہ قرآن کریم کی تعلیم سے ایفائے عہد کا وجوب ثابت ہے تو اس کی خلاف ورزی بھی لعنت و ملامت کا سبب بنے گی۔ ملاحظہ ہو: ”اور جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کا مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو فرمایا اللہ نے جوڑنے کا اور فساد اٹھاتے ہیں ملک میں، ایسے لوگ ان کے واسطے ہے لعنت اور ان کے لئے ہے برا گھر۔“ (سورہ رعد آیت: 35)

الغرض اس آیت میں نقض عہد کو فاسقین کی صفات میں شمار کیا ہے اور معاہدہ

خواہ اللہ پاک کے ساتھ ہو یا بندوں کے ساتھ دونوں کا حکم مساوی ہے۔

احکام الہی کی پیروی کے ساتھ اتباع سنت کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ لہذا سنن مصطفیٰ سے انحراف، ان سے بے رغبتی اور غیر مسنون طریقوں کا اتباع گمراہی کے ذرائع ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی آیت قرآنیہ کا اعلان ہے: ”اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی، جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے طریقہ کے خلاف، تو ہم حوالہ کر دیں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہے۔“ (سورہ نساء آیت: 115)

دیگر سنتوں کی طرح نماز پنج گانہ باجماعت کو بھی سنت موكده قرار دیا گیا ہے۔ حدیث عبداللہ بن مسعود میں ہے: ”اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔“ الغرض جس طرح یہ حدیث نماز اور جماعت کی فضیلت کو بتاتی ہے، اسی طرح اس بات کی بھی پوری وضاحت کرتی ہے کہ سنت نبی سے اعراض اور اس کا ترک گمراہی کا سبب ہے۔

خلاصہ یہ کہ احکام الہی سے روگردانی، سنت نبوی سے دوری، عہد شکنی، قطع رحمی، ایذا رسانی وغیرہ ایسی عام خرابیاں ہیں جن کی طرف ہمارا دھیان بھی نہیں جاتا ہے اور دھیرے دھیرے یہ ایک فیشن کے طور پر رشا ہو کر معاشرہ کو تباہ اور گمراہ کرتا چلا جاتا ہے اور ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہم کہاں تھے اور کہاں آگئے۔ ●

جن میں سے بہت سے اپنی جان بچانے کے لئے دوسرے ملکوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور بہت سے در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں، بے گھر ہونے والوں کی یہ تعداد جسٹریٹ شامی مہاجرین کی ہے، جب کہ لاکھوں کی تعداد ان شامیوں کی ہے جو شام اور دیگر ممالک میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک ترک رفاہی ادارے کے نائب صدر نے انٹرویو کے دوران شام کے متاثرین کے

جو اعداد و شمار ذکر کئے ہیں، وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کم از کم ایک ملین شامی مسلمان شہید ہو گئے، اور بے گھر ہونے والے 10 ملین (ایک کروڑ پچاس لاکھ) ہیں جب کہ ایک ملین سے زائد لاپتہ ہیں۔

اس وقت سب سے بڑا مسئلہ شامی پناہ گزینوں اور مہاجرین کا ہے جن کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ایک بڑی تعداد شام ترکی سرحد پر کھلے آسمان تلے پناہ گزین کیمپوں میں ہے۔ پھر مختلف یورپی ملکوں کی سرحدوں پر ہزاروں شامی مہاجرین ہیں، جنہیں پناہ دینے سے گریز کیا جا رہا ہے۔ ٹرمپ کے صدر بننے کے بعد امریکہ میں پناہ لئے ہوئے 10 ہزار شامیوں پر خطرات کے بادل منڈلانے لگے ہیں اور مزید شامی اور مہاجرین کی آمد پر روک لگ گئی ہے۔ اگرچہ بعض یورپی ممالک نے فرانس دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ شامی مہاجرین کو اپنی یہاں پناہ دی ہے، لیکن بیشتر یورپی ممالک

# شامی متاثرین کا حال اور مہاجرین

کا میابی نہ مل سکی لیکن لیویا اور شام کو خانہ جنگی کی آگ میں جمونک کر انہیں جس و جس کرنے میں وہ کامیاب ہو گئے۔

بہار عرب کی آڑ میں شروع کی کئی خانہ جنگی سے سب سے زیادہ انبیاء کی مقدس سر زمین شام متاثر ہوئی، جہاں گزشتہ چھ سالوں سے ظلم و بربریت کا المناک داستان رقم کی جا رہی ہے۔ اسدرجیم رافضی، ایران اور کیونسٹ روس کے کے مثلث نے جنت نجان ملک شام کو کنٹریٹر میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ اس درندے نے انسانیت کی ساری حدود کو پا کر کے وہ تباہی مچائی کہ درندے بھی اس سے کانپ اٹھیں۔ ملک شام میں چھ لاکھ سے زائد بے تصور شامی مسلمان مارے گئے، جس میں ایک بڑی تعداد خواتین اور بچوں کی ہے۔ صرف حلب میں ان خالموں نے 200 سے زائد خواتین اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس کے علاوہ 60 لاکھ سے زائد شامی بے گھر ہوئے

2011ء میں عرب بہار کا جرموں کا چلا تھا جسے بہار عرب کہا جا رہا تھا وہ بہار عرب نہیں بلکہ عذاب عرب ثابت ہوا۔ اس عذاب عرب کی لپیٹ میں مشرق وسطیٰ کے بیشتر ممالک آئے، بظاہر اس کا آغاز ظلم کے خلاف آواز کے طور پر ہوا لیکن مظلوموں کی آڑ لے کر دشمنان اسلام نے خانہ جنگی کی ایسی آگ لگائی جس میں لاکھوں مسلمان جل کر خاکستر ہو گئے۔ دشمنوں نے عرب بہار کا حسین نعرہ دے کر پورے مشرق وسطیٰ کے سرسبز و شاداب خطے کو خزاں رسیدہ بنا دیا۔ تیونس، لیویا، الجزائر، یمن، مصر اور شام میں اس نام نہاد بہار عرب کے تباہ کن اثرات شاید کبھی بھلائے نہ جا سکیں گے۔ یہود و نصاریٰ کی کوشش تھی کہ بہار عرب کا دکھ نعرہ بلکہ کر کے ایسے حالات پیدا کریں جس کے بعد عالم عرب کو لوٹنا اور اس کے کڑے کڑے کرنا آسان ہو جائے۔ تیونس، الجزائر اور مصر میں تو انہیں اپنے ناپاک منصوبوں میں

شامی مہاجرین کے مسئلہ میں یورپ اس قدر تشریح کا شکار ہے کہ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جرمنی اور یورپی یونین کے دیگر ملکوں نے ترکی سے معاہدہ کیا ہے کہ اگر وہ شامی مہاجرین کو یورپ آنے سے روکنے میں کامیاب ہوں گے تو وہ اسے یونین میں شامل کر لیں گے۔ شامی مہاجرین مسئلہ کی سنگینی کا اندازہ اقوام متحدہ کی رپورٹ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اقوام متحدہ کی 2016ء کی رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا کے تقریباً 48 ممالک میں 3 لاکھ 20 ہزار ایسے مہاجرین پناہ لئے ہوئے ہیں جو باقاعدہ سرکاری طور پر رجسٹرڈ ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ایک کروڑ 35 لاکھ شامی بنیادی ضروریات زندگی سے محروم ہیں جن کے ساتھ تعاون و دہردی کی شدید ضرورت ہے۔ مسلم ملکوں میں شامی مہاجرین کو پناہ دینے میں ترکی، سعودی عرب، لبنان اور اردن نے فراخدلی کا مظاہرہ کیا، ان چاروں ملکوں نے بالترتیب 37, 20, 15 اور 13 لاکھ شامی مہاجرین کو پناہ دی ہے۔ اخوت اسلامی کے بھرپور مظاہرہ میں ترکی کا کردار سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے، جن پڑوسی ملکوں میں شامیوں نے پناہ لی ہے ان میں بہت سے پناہ گزینوں کی حالت نہایت اتر ہے، غربت اور افلاس کے سبب وہ اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہیں۔ ایک

رپورٹ کے مطابق لبنان میں، مقیم شامی پناہ گزینوں میں سے 70 فیصد خطا غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں جب کہ 50 فیصد ایسے علاقوں میں آباد ہیں جہاں ہر لمحہ انہیں جان کا خطرہ ہے۔ شامی مہاجرین کے حوالے سے تازہ صورت حال یہ ہے کہ شام کے جن پڑوسی ممالک لبنان، عراق، اردن نے شامی پناہ گزینوں کے لئے اپنے دروازے کھلے رکھے تھے اب ان ممالک نے بھی اپنی سرحدوں پر احتیاط شروع کر دی ہے۔ ترکی کو چھوڑ کر دیگر پڑوسی عرب ملکوں میں شامی پناہ گزینوں کی آمد کم ہو گئی ہے۔ سال گزشتہ یورپ بھی شامی مہاجرین کے لئے دروازے بند کر دیئے تھے۔ جرمنی اور پیرس کے حلقوں کے بعد شامیوں کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا ہے۔ ایک محدود تعداد کے علاوہ بیشتر شامی مہاجرین دنیا میں جہاں کہیں آباد ہیں عارضی کیمپوں میں ہیں یا دیہاتوں میں، انہیں دیگر ملکی باشندوں کی طرح سہولتیں بھی نہیں ہیں۔ ملازمت، علاج و معالجہ اور بچوں کی تعلیم کے حوالے سے انہیں مشکلات کا سامنا ہے۔ بہت سے یورپ میں آباد ان شامی مسلمانوں کو ارتداد کا بھی سامنا ہے۔ انہیں عیسائی مشنریاں اچک رہی ہیں، بعض یورپی ملکوں میں انتظامیہ کی جانب سے سہولیات کے لئے عیسائیت قبول کرنے کی شرط لگائی گئی۔ 43 لاکھ شامی ایسے ہیں جو اپنے ملک میں بھٹنے ہوئے ہیں

جن میں سے بیشتر پناہ گزین کیمپوں میں مقیم ہیں، ان کے لئے نرسردی بارش سے حفاظت کا سامنا فراہم ہیں۔ نہ ہی علاج و معالجہ کی سہولت۔ گزشتہ چھ سالوں میں پیدا ہوئے شامی بچے خانہ جنگی سے شدید متاثر ہیں۔ کیمپوں میں پیدا ہونے والے بچوں کی حالت اچھائی ناگتہ بہ ہے۔

قارئین کرام سطور بالا میں شامی مہاجرین اور پناہ گزینوں کی یہ حالت زار اس لئے بیان کی گئی تاکہ ہمارے ضمیر کو جنبش ہو اور ہمارے سینہ میں جو دھڑکتا دل ہے وہ ان کے لئے بے یقین ہو جائے۔ کیا شامی متاثرین امت مسلمہ کے جسد کا حصہ نہیں ہیں؟ کیا وہ ہمارے ایمانی بھائی نہیں ہیں، کیا ہم نہیں جانتے کہ کربلا کی مظلوم آل رسول کی خواتین نے شام کا رخ کیا تھا؟ کیا شام کے موجودہ مسلمان صحابہ، اولیاء اور تابعین کی نسلوں سے نہیں ہیں، کیا ان کے آباء و اجداد کا پوری امت پر احسان نہیں ہے؟ آہ! شیخ عزالدین عبدالسلام اور شیخ احمد رفاعی کے خاندانوں کی معزز خواتین مائیں، بہنیں آج ریحانیہ عزمہ کے کیمپوں میں کھلے آسمان تلے زیتون کے تیل اور زائر کے چندوں پر گزارا کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو جسد واحد قرار دیا ہے، جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے، مسلمان دنیا کے جس خطہ میں رہتا ہو وہ دوسرے

مسلمانوں پر ٹوٹنے والی مصیبت سے بے چین ہو جاتا ہے۔ سلام ہوترکی کے حکمرانوں اور وہاں کے عام غیور مسلمانوں پر جنہوں نے اخوت اسلامی کا حق ادا کر دیا، اس وقت ترک شام سرحد پر ترکی کے مسلمان شامی مہاجرین کے ساتھ ایثار و ہمدردی کا غیر معمولی برتاؤ کر رہے ہیں، ان کے اس طرز عمل نے مدینہ منورہ کے انصار کی یاد تازہ کر دی۔ شام کے پناہ گزین کیمپوں کا دورہ کرنے والے ایک عالم دین نے اس ایثار و اخوت کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ترکی کی سرحد کے ادھر عجیب ایمانی اور انصاری کیفیات ہیں۔ خدا کی قسم قارئین! عجیب کیفیات ہیں جس قصبہ نما چھوٹے شہر میں فقیر بیٹھا یہ سطرین لکھ رہا ہے، مقامی آبادی 90 ہزار ہے جب کہ مہاجرین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہو چکی ہے۔ سرحد کے دونوں طرف کی خبریں بتا رہی ہیں کہ اللہ نہ کرے حلب کے بعد ادلب کے سقوط کا سانحہ شاید ہونے والا ہے، تب حلب کے وہ مہاجر جو ادلب چلے گئے تھے ان کا ریلہ جب ادلب والوں کے ساتھ آئے گا تو ان کی خدمت کے بوجھ کا کیا عالم ہوگا، اس کے تصور سے یقین ماننے رو گئے کھڑے ہو جاتے ہیں، جس طرح مہاجرین دونوں طرف سے پس رہے ہیں اسی طرح انصار بھی نیٹو اور فوجی کے دونوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں، ایک طرف کرنی گزر کر

آدمی قیمت رہ گئی ہے تو دوسری طرف نصرت کے لئے درکار وسائل کی کئی گنا زیادہ ضرورت عنقریب پڑنے والی ہے۔ خوشی کی باتیں وہ ہیں، ایک یہ کہ وہ طبقہ جو اسلام پسند، سلیم الطبع ہے ان کا مقابلہ ہو رہا ہے کہ کونسا شہر امداد کے زیادہ سے زیادہ کینٹینز بھیجتا ہے، جب کہ گورنمنٹ اور سیکولر یا قوم پرست حضرات اردگان کی دیوار کو کمزور ہوتا دیکھ کر ایک اور دھکے کی تیاری کئے ہوئے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اردگان کی تیار کردہ رضا کاروں کی تنظیم، تدبیر اور مستعدی دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس ملکوتی مٹی سے ان کا خمیر اٹھایا گیا ہے؟ آپ یقین نہ کریں کہ گے جس مرکز میں ایک لاکھ روٹی یومیہ پک رہی ہے، اس کا صرف ایک گمران ہے اور اتنا جو کس ہے کہ

مہمانوں کے جوتے اندر جانے سے پہلے صحیح جگہ پر رکھوانے سے لے کر ان کی قومیت، تعارف اور کردار ہر چیز پر اس کی عقابنی نظر ہے۔ ہماری بھر کم کینٹینز کی کھپ آجائے یا نئے کپ کے لئے زمین ہموار کر کے نئے خیموں کی تیاری ہو، اس قدر خاموشی اور تیز رفتاری سے کام ہوتا ہے کہ سمجھ سے باہر ہے، یہ خود کار انسانی تربیتی نظام کس نے کیا ہے؟ اس مرد بیمار میں عقابنی روح پھونگی کس نے؟ یہ رضا کار لگتا ہے کسی طویل تربیت سے گزر کر غفاری و قہاری اور قدوسی و جبروتی میں ڈھل چکے ہیں۔“

ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا کے سارے مسلمان ایثار و ہمدردی کے یہی جذبات اپنے اندر پیدا کریں۔ ○○

## ضروری اعلان

محترم قارئین کرام!

جن لوگوں کو دفتر کی جانب سے بقایا جات کے خطوط روانہ کئے گئے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ جلد از جلد بقایا رقم ادا فرمادیں، اس وقت ادارے کو رقم کی سخت ضرورت ہے نیز اگر رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو، مطلع کر دیں تاکہ ادارے کا مزید نقصان نہ ہو۔ جو حضرات دفتر سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ۱۲ بجے سے شام ۱۵ بجے تک فون پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر بند رہتا ہے۔

دفتر کھلنے کا وقت ۱۲ بجے سے ۱۵ بجے تک ہے، دیگر اوقات میں فون نہ کریں۔

رابطہ کیلئے : Mobile : 9415911511

## سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

بات کو بھانپ گئے کہ یقیناً خالق کائنات ان سے کوئی ایسا عظیم الشان کام لینا چاہتا ہے، جس کا راحت اور عیش سے کوئی تعلق نہیں۔

قاضی بہاء الدین ابن شداد لکھتے ہیں: حکومت (مصر کی) باگ ڈور (ہاتھ میں) آجانے کے بعد دنیا ان کی نظر میں بیچ ہو گئی، صلاح الدینؒ نے اپنی زندگی کے قواعد سخت کر دیے، متقی اور پرہیزگار تو وہ ہمیشہ کا تھا، مگر ان میں اب اور سختی اختیار کی، دنیا کے عیش و آرام اور لذتوں کا خیال بالکل ترک کر دیا اور اپنے اعمال پر بھی سخت پابندیاں عائد کیں، انہوں نے اپنی تمام کوششیں اس بات میں صرف کیں کہ ایک ایسی اسلامی سلطنت قائم کریں، جس میں کفار کو ملک سے خارج کرنے کی پوری طاقت ہو، چنانچہ ایک موقع پر انہوں نے کہا ”جب خدا نے مجھے مصر دیا تو میں سمجھ گیا کہ فلسطین بھی مجھے دینا اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔“ (سلطان صلاح الدین، ص 86)

### جہاد کا عشق

جس طرح بھوکے کو بھوک میں غذا اور پیاسے کو پیاس میں پانی ہی نظر آتا ہے، ایسے ہی ”سلطان ایوبیؒ“ کو اپنی زندگی میں جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔

قاضی ابن شداد فرماتے ہیں:

”جہاد کی محبت اور جہاد کا عشق ان کے رگ و ریشہ میں سما گیا تھا، اسی مطلب کے آدمیوں کی ان کو تلاش رہتی تھی۔

(بقیہ..... صفحہ ۴۰..... پر)

ظاہر ہوتی، جس سے معلوم ہوتا کہ وہ آئندہ کوئی بڑا آدمی بننے والا ہے، وہ ایک روشن مثال، خاموش اور پرامن نیکی بنا رہا ہے، جو شریف طبیعتوں کو تمام اخلاقی کمزوریوں سے دور رکھتی ہے۔“ (سلطان صلاح الدین، ص 63)

”سلطان“ کو ”نور الدین زنگی“ نے ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی مصر جانے اور اس کی تولیت سنبھالنے کا حکم دیا، چونکہ اللہ تعالیٰ کو ان سے اپنے دین کا کام لینا منظور تھا، اس لئے یہ سب کچھ ہو کر ہی رہتا تھا۔

چنانچہ قاضی بہاء الدین ابن شداد اس منظر کی تصویر کشی اس طرح سے کرتے ہیں کہ ”سلطان نے مجھ سے خود بیان کیا کہ میں بڑی ناگواری اور مجبوری سے مصر آیا، میرا مصر آنا بالکل میری مرضی کے خلاف تھا، میرا معاملہ بالکل وہی ہے جو کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے: (وعسى ان تكدروا شيئا وهو خير لكم) (النور والسلطان، ص 31)

### زندگی میں تبدیلی

مصر کا اقتدار ہاتھ آتے ہی سلطان کی زندگی اور ارادے یک دم بدل گئے، وہ اس

مصر، بیت المقدس کو فتح کرنے اور صلیبیوں کے مقابل میدان جنگ میں اترنے والا، ایک متوسط درجہ کا کرد، شریف اور خاندانی سپاہی کی حیثیت رکھنے والا شخص ”سلطان صلاح الدین“ تھا۔ ”سلطان صلاح الدین ایوبیؒ“ نے 532 ہجری میں عراق کے ایک قصبہ مگریت میں آنکھ کھولی۔

”سلطان صلاح الدین“ اسلام کی صداقت و ابدیت کی واضح دلیل ہیں، صلیبیوں کے مقابل میدان جہاد میں اترنے سے پہلے، اس بات کا انداز کرنا مشکل تھا کہ یہ کردنو جوان، بیت المقدس کو فتح کرے گا اور مسلمانوں کو پستی کے گڑھوں سے نکال کر عروج تک لے جانے کا تاج اپنے سر سجائے گا۔

ان کو ایسی قسمت سے نوازا گیا تھا جس میں ایسی سعادت ابدیہ لکھی گئی تھی، جس کی تمنا بڑے بڑے بادشاہ اور صالح لوگ کرتے تھے۔ انہوں نے تاریخ میں ایسے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے کہ جن سے روح تک کو مسرت اور شادمانی حاصل ہوتی ہے، مورخہ لین پول لکھتا ہے: ”جگائے اس کے کہ صلاح الدین ایوبیؒ سے کوئی علامت ایسی

پرورش پر جتنے فضائل بیان فرمائے ہیں، بیٹے کی پرورش پر اس قدر بیان نہیں فرمائے۔

لڑکیوں کی پرورش کے فضائل سے متعلق چند احادیث

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشد فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے زندگی گزارے۔ (یعنی ان کے جو حقوق شریعت نے مقرر فرمائے ہیں وہ ادا کرے، ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے) اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (ترمذی، باب ماجاء فی النفقہ علی البنات)

اسی مضمون کی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے، مگر اس میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے پر کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی ایک بیٹی ہو (تو کیا وہ اس ثواب عظیم سے محروم رہے گا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک بیٹی کی اسی طرح پرورش کرے گا، اس کے لئے بھی جنت ہے۔ (اتحاف السادة المستفین)

حضرت عاکثر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہو اور وہ اس کو صبر و تحمل

## بیٹی۔ اللہ کی رحمت

دوسرے کے محتاج ہیں۔ اللہ کی اس حکمت اور مصلحت کی روشنی میں جب ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو ہم میں سے بعض احباب ایسے نظر آئیں گے کہ جن کے یہاں لڑکے کی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں کی جاتی ہیں، جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس وقت بہت خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور اگر لڑکی پیدا ہو جائے تو خوشی کا اظہار نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات بیٹی کی پیدائش پر شوہر اپنی بیوی پر، اسی طرح گھر کے دیگر افراد عورت پر ناراض ہوتے ہیں، حالانکہ اس میں عورت کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی عطا ہے۔ کسی کو ذرہ برابر بھی اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یاد رکھیں کہ لڑکیوں کو کم تر سمجھنا زمانہ جاہلیت کے کافروں کا عمل تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے: ”ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔ خوب سن لو کہ وہ (کفار مکہ) بہت برا فیصلہ کرتے ہیں۔“ (سورہ النحل: 58-59) لہذا ہمیں بیٹی کے پیدا ہونے پر بھی یقیناً خوشی و مسرت کا اظہار کرنا چاہئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ، یَهَبُ لِمَن یَشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَن یَشَآءُ الذُّکُوْرَ، اَوْ یَزْوِجْہُمْ ذُکُوْرًا وَّ اِنَاثًا، وَّ یَجْعَلُ مَن یَشَآءُ عَاقِبًا۔

(سورہ الشوریٰ، آیت: 49-50)

ترجمہ: ”آسمانوں اور زمین کی سلطنت و بادشاہت صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بائیکاٹ کر دیتا ہے۔“

اس کے ہاں نہ لڑکا پیدا ہوتا ہے اور نہ لڑکی پیدا ہوتی ہے، لاکھ کوشش کرے مگر اولاد نہیں ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ جس کے لئے جو مناسب سمجھتا ہے وہ اس کو عطا فرما دیتا ہے۔ لڑکیاں اور لڑکے دونوں اللہ کی نعمت ہیں۔ لڑکے اور لڑکیوں دونوں کی ضرورت ہے۔ عورتیں مرد کی محتاج ہیں اور مرد عورتوں کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں ایسا نظام قائم کیا ہے کہ جس میں دونوں کی ضرورت ہے اور دونوں ایک

سے انجام دے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کی دو یا تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھے انداز سے پرورش کرے (اور جب شادی کے قابل ہو جائیں تو ان کی شادی کر دے) تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح داخل ہوں گے جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ (ترمذی، باب ماجاء فی النفقہ علی البنات)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک قصہ منقول ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک خاتون میرے پاس آئی، جس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں، اس خاتون نے مجھ سے کچھ سوال کیا، اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہیں تھا، وہ کھجور میں نے اس عورت کو دے دی، اس اللہ کی بندی نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ایک کھلوا دونوں بچوں کے ہاتھ پر رکھ دیا، خود کچھ نہیں کھایا، حالانکہ خود اسے بھی ضرورت تھی، اس کے بعد وہ خاتون بچوں کو لے کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اس خاتون کے آنے اور ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے بچوں کو دینے کا پورا واقعہ سنایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جس کو دو بچوں کی پرورش کرنے کا موقع ملے اور وہ ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے تو وہ بچیاں اس کو جہنم سے بچانے کے لیے آڑ بن جائیں گی۔ (ترمذی)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ

لڑکیوں کی شریعت اسلامیہ کے مطابق تعلیم و تربیت اور پھر ان کی شادی کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین فضیلتیں حاصل ہوں گی۔  
1- جہنم سے چھٹکارا۔ 2- جنت میں داخلہ۔ 3- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہم راہی۔

قرآن کی آیات و دیگر احادیث کی روشنی میں یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ شریعت اسلامی کے مطابق اولاد کی بہتر تعلیم و تربیت وہی کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو، جیسا کہ پہلی حدیث میں گزرا (کہ ان کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں..... حضرت فاطمہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چاروں بیٹیوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیوں کا انتقال آپ کی زندگی میں ہو گیا تھا، حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ ماہ بعد ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بیٹیاں جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے ساتھ بہت ہی شفقت اور محبت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ سے ملتے اور جب سفر سے واپس تشریف

لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے۔

مسئلہ..... جہاں تک محبت کا تعلق ہے، اس کا تعلق دل سے ہے اور اس میں انسان کو اختیار نہیں ہے، اس لئے اس میں انسان برابری کرنے کا مکلف نہیں ہے۔ یعنی کسی ایک بچہ یا بچی سے محبت زیادہ کر سکتا ہے۔ مگر اس محبت کا بہت زیادہ اظہار کرنا کہ جس سے دوسرے بچوں کو احساس ہو، منع ہے۔

مسئلہ..... اولاد کو ہدیہ اور تحفہ دینے میں برابری ضروری ہے۔ لہذا ماں باپ اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان اگر پیسے یا کپڑا یا کھانے پینے کی کوئی چیز تقسیم کریں تو اس میں برابری ضروری ہے اور لڑکی کو بھی اتنا ہی دیں جتنا لڑکے کو دیں۔ شریعت کا یہ حکم کہ لڑکی کا لڑکے کے مقابلے میں آدھا حصہ ہے یہ حکم باپ کے انتقال کے بعد اس کی میراث میں ہے۔ زندگی کا قاعدہ یہ ہے کہ لڑکی اور لڑکے دونوں کو برابر دیا جائے۔

مسئلہ..... اگر ماں باپ کو ضرورت کے موقع پر اولاد میں کسی ایک پر کچھ زیادہ خرچ کرنا پڑے، تو کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً بیماری، تعلیم اور اسی طرح کوئی دوسری ضرورت ہو، تو خرچ کرنے میں کسی بیشی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مسئلہ..... بیٹی کی شادی کے بعد بھی بیٹی کا حق میراث ختم نہیں ہوتا ہے۔ یعنی باپ کے انتقال کے بعد وہ بھی باپ کی جائداد میں شریک رہتی ہے۔

# شاہ ہند شیر شاہ سوری کامل و انصاف

کا علم بھی حاصل کیا، اور ظاہری علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ باطنی کمالات کی طرف بھی توجہ کا دلولہ پیدا ہوا، چنانچہ جو پور کے علماء اور بزرگان دین کی خدمت میں برابر حاضری دیتے رہے اور ان کے فیضانِ محبت سے بھرپور مستفیض ہوتے رہے، شیر شاہ سوری نے بہار، بنگال اور اڑیسہ سے لے کر پورے ہندوستان پر

حکمرانی کی، سب سے پہلے اپنے والد حسن خان سوری کے پرگنہ شہرام میں نائب بنائے گئے اور والد کی وفات کے بعد حاکم بھی بنے، بعد ازاں کئی بادشاہوں کے یہاں ملازمت بھی کی، جلال خان کے بعد پورے بہار کی باگ ڈور شیر شاہ سوری کے ہاتھ میں آئی اور ہمایوں کے بعد یہ اقبال مند حکمران پورے ہندوستان کا بادشاہ بن گیا، شیر شاہ سوری کی وفات 72 سال کی عمر میں 12 ربیع الثانی 952ھ مطابق 22 مئی 1545ء کو کالجھ کے قلعہ کے پاس ہوئی اور تدفین شہرام کے اسی عالیشان مقبرہ میں ہوئی، جسے وہ اپنے لئے تعمیر کروا رہے تھے اور جس کی تکمیل ان کے بیٹے سلیم شاہ کے زمانہ حکومت میں ہوئی۔

## شیر خان کا لقب

شیر شاہ سوری کا پہلا لقب شیر خان تھا اور اس کے پس منظر میں تاریخ کی کتابوں میں ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ

کی قابلیت سے، نہ تیور کی شہرت اس کو پورا کر سکی اور نہ بابر کی سطوت و قوت اس کو کامل کر سکی، اس نے اپنے پانچ سالہ مدت حکومت میں اتنے بڑے بڑے کام کئے، جو دوسرے حکمران ہندوستان سے پچاس سال کی سلطنتوں میں بھی نہ ہو سکے۔

## مختصر تعارف

شیر شاہ سوری کا اصلی نام فرید خان تھا، ان کے والد حسن خان اور دادا ابراہیم خان تھے، یہ لوہانی پٹھان کی سوری شاخ سے تھے، اسی لئے انہیں ”سوری“ کہا جاتا ہے اور ان کے سلسلے کو سلاطینِ غوریہ سے قرابت تھی، ابراہیم خان سلطان لودھی کے زمانہ میں ہندوستان آئے۔

شیر شاہ سوری کی ولادت 1473ء میں بمقام شہرام (بہار) میں ہوئی، تحصیل علم کے لئے جو پورہ کا سفر کیا، دو سال تک وہاں رہ کر فارسی میں مہارت حاصل کی اور کچھ عربی بھی پڑھی، نیز عروض و تاریخ

شیر شاہ سوری ایک بے مثال بادشاہ گزرا ہے، جس کے یہاں ہمیں عدل و انصاف، مساوات و برابری، خوش اخلاقی، رعایا پروری، عالی ظرفی، مردم شناسی اور حسن سلوک کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں اور جس نے ملک و قوم کے لئے ایسے ایسے عظیم الشان کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، جن سے آج تک عوام مستفید ہو رہی ہے، ایک آدھ مختلف فیہ واقعات کے علاوہ، اس کا پورا عہد حکومت بالکل بے داغ رہا ہے اور اس کے زمانہ حکمرانی میں رعایا کو جتنا امن و سکون، فراخی و سہولت حاصل رہی ہے، کسی دوسرے بادشاہ کے عہد میں یہ نعمتیں انہیں نہیں ملیں، ہندوستان پر حکمرانی محمود نے اور محمد نے بھی کی، غزنوی اور غوری نے بھی کی، تیور اور بابر نے بھی کی، مگر امور سیاست کے جتنے دور دراز میدان شیر شاہ سوری نے طے کیے، ملک اور رعایا کی رفاہ میں جتنے کام اس کے دست و بازو سے نکلے، وہ نہ محمود کی لیاقت سے ہو سکے اور نہ محمد

شیرشاہ سوری بہار کے بادشاہ محمد شاہ، جس کا اصلی نام بہادر خان ہے، کے ساتھ شکار کے لئے جنگل گئے، اچانک ایک شیر سامنے آ گیا، شیرشاہ سوری فطری طور پر دلیر، بہادر اور ہمت کے پہاڑ تھے، چنانچہ انہوں نے شیر کا مقابلہ کیا اور اس کی آگلی دونوں ٹانگیں پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور پھر تلوار سے اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا، بادشاہ نے اس حیرت انگیز بہادری اور شجاعت سے خوش ہو کر ”شیرخان“ کا لقب عنایت کیا۔

### شیرشاہ کا لقب

1532ء تا 1539ء کی طویل جنگ کے بعد بالآخر شیرشاہ سوری نے ہمایوں کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور ہمایوں کو تمام خزانہ اور جواہرات وغیرہ لے کر لاہور چلا گیا اور 1540ء سے ہندوستان کا تخت شیرشاہ سوری کے لئے خالی کر گیا، شیرشاہ سوری آگرہ پہنچ کر تخت حکمرانی پر جلوہ افروز ہوئے اور اسی دن سے شیرخان سے شیرشاہ ہو گئے۔

### عدالت و انصاف کا عجیب و

#### غریب نمونہ

مسٹر الفسٹن نے اپنی تاریخ میں شیرشاہ سوری کی عدالت کا ایک حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے کہ شیرشاہ کا منگھلاڑ کا عادل خان ایک دن ہاتھی پر سوار ہو کر آگرہ کی کسی گلی سے جا رہا تھا، ایک مہاجن کی عورت،

جو حسین جمیل اور خوبصورت تھی، اپنے آنگن میں نہا رہی تھی، اس کے گھر کی چہار دیواری نیچی تھی، اسی لئے عادل خان جو ہاتھی پر سوار تھا اس کی نظر اس عورت کے جسم پر پڑ گئی، وہ اسے دیکھنے لگا اور پان کا ایک بیڑہ اس کی طرف پھینکا اور اس کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا، وہ عورت پارسا اور باحیا تھی، ایک نامحرم کے بے پردگی کی حالت میں دیکھ لینے کو برداشت نہ کر سکی اور خودکشی کرنے لگی، اس کے اعزہ و اقارب اور شوہر نے بڑی مشکل سے اسے خودکشی سے روکا۔

اور اس کا شوہر پان کا وہ بیڑہ لے کر شیرشاہ سوری کے دربار میں حاضر ہوا، جہاں وہ عوام کی شکایتیں سن رہے تھے، اس نے بھی اپنی عزت و ناموس کی درد بھری روداد شیرشاہ سوری کے گوش گزار کی، اس واقعہ کو سن کر شیرشاہ سوری بہت رنجیدہ ہوئے، دیر تک افسوس کرتے رہے، پھر حکم دیا کہ یہ مہاجن اسی ہاتھی پر سوار ہو کر عادل خان کے گھر آئے اور عادل کی بیوی اسی طرح برہنہ کر کے اس کے سامنے لائی جائے اور یہ مہاجن اس کی طرف بھی پان کا بیڑہ پھینکے۔ ایسا انصاف جو اپنے دل پر پتھر رکھ کر اپنے ہی کے خلاف اور اپنے گھر کی عزت و ناموس کی پروا کیے بغیر دیا گیا ہو، شاید ہی کہیں ہمیں ملے، چنانچہ یہ حکم سن کر پورا دربار کانپ اٹھا، امراء اور اراکین سلطنت نے عادل خان کے ناموس کی حفاظت کے

لئے سفارش کی، مگر شیرشاہ سوری نے پوری متانت کے ساتھ جواب دیا کہ میں ایسے موقع پر کسی کی سفارش ہرگز قبول کرنا نہیں چاہتا، میری نگاہ میں میری اولاد اور رعایا دونوں مساوی ہیں، میری اولاد ایسی گھنٹیا حرکت کرے اور میں اس کے ساتھ رواداری کروں؟ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

اس مہاجن نے جب عدل و انصاف کا یہ فیصلہ سنا اور ایسا عدل، جو اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا، تو وہ شیرشاہ سوری کے قدموں میں پڑ گیا اور اس نے خود عاجزی اور اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ یہ حکم نافذ نہ کیا جائے، میں اپنے دعوے سے دست بردار ہوتا ہوں۔

### مساوات اور رعایا پروری کی بہترین مثال

شیرشاہ سوری نے رعایا کی سہولت کے لئے بہت سے رفاہی کام کروائے ہیں، ان میں کئی ایک کارنامے انجہانی عظیم ہیں، انہیں میں سے ایک طویل ترین دو پختہ سڑکیں ہیں، جن میں سے ایک آگرہ سے لے کر مانڈو (علاقہ مدراس) تک جاتی ہے، جو ساڑھے چار سو کوس لمبی ہے اور دوسری پنجاب (کے قلعہ جدید رہتاس) سے لے کر ستار گاؤں (بنگال) تک جاتی ہے اور یہ سڑک پندرہ سو (1500) میل طویل ہے۔ اور اس میں خاص بات یہ ہے کہ

شیرشاہ سوری نے ان سڑکوں کی دونوں جانب دو طرفہ سایہ دار درخت لگوائے اور ان کے پھل مسافروں کے لئے وقف تھے، نیز ان دونوں سڑکوں پر ہر تین کوس پر سرائے بنتے بنوائیں اور ان میں دو باورچی خانے بنوائے، ایک مسلمانوں کیلئے اور ایک ہندوؤں کے لئے اور عام حکم دیا کہ بلا خیال مذہب ہر مسافر کی مہمان نوازی سرکاری

خزانہ سے کی جائے اور ہر سرائے میں جان و مال کی حفاظت کے پیش نظر پولیس کا انتظام کیا گیا، اسی طرح ہر سرائے کے دروازے پر ایک نقارہ تھا اور بادشاہ کی طرف سے حکم تھا کہ جس وقت ہم کھانا کھانے بیٹھیں، اسی وقت تمام مسافروں کے لئے کھانا لگادیا جائے اور آگرہ سے بنگال تک تمام نقارے ایک دوسرے کی

## بقیہ تبلیغ نبوی اس کے اصول اور

چہرہ نہیں)۔ (جامع ترمذی، ص: 409)  
 اور یہی کوشش تھی جس کا اظہار جیزہ الوداع میں اعراب بادیہ کی زبان سے ان الفاظ میں ہوا تھا: "هذا وجه مبارك"۔ (یہ مبارک چہرہ ہے)۔ (ابوداؤد، کتاب الحج، باب المواعیت 1/174)  
 بارگاہ نبوت میں پہنچنے کے ساتھ ہی یہ اثر آنکھوں کی راہ سے دل میں پہنچ جاتا تھا، ابورافع نامی ایک شخص قریش کی طرف سے قاصد بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے، جوں ہی چہرہ اقدس پر نظر پڑی، وہ باہر جان شیدا تھے اور اسلام قبول کیا۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب یتحتم بالامام فی العہود 1/275) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو فخر سمجھا۔ (اصابہ، ص/65-66 واستیعاب 2/668)



ان پر اس کا یہ اثر پڑا کہ فوراً مسلمان ہو گئے اور یہ اثر اس قدر دیر پا ہوا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ:  
 "اگر میرا بیٹا ہاتھ بکڑے گا تو جنت میں پہنچا ہی کر چھوڑے گا"۔ (اصابہ، تذکرہ حارث بن عبدالعزیٰ 1/296 (مصر)۔  
 انسان کا چہرہ حقیقت کا آئینہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا صداقت اور معصومیت کا پیکر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نہایت پر جلال تھی، چہرہ پر نور تھا، آواز موقر اور پر عجب تھی اور ان تمام چیزوں کا مجموعی اثر پیغمبرانہ اعجاز کے ساتھ دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نو مسلم یہودی عالم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر اسی اثر سے متاثر ہوئے اور بے اختیار بول اٹھے تھے: "وجه لیس بوجه کذاب"۔ (یہ چہرہ جمولے آدمی کا

"میں نے کانہوں، جادوگروں اور شاعروں کا کلام سنا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام کی طرح موثر کلام کبھی نہیں سنا، وہ سمندر تک پہنچ جائے گا، ہاتھ لائیے! میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں"۔ (صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب تخفیف الصلوٰۃ والحطیۃ۔ 1/319-320)  
 حضرت علیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حارث رضی اللہ عنہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ جب مکہ میں تشریف لائے تو قریش نے کہا:  
 "کچھ سنا ہے؟ تمہارا بیٹا کہتا ہے کہ لوگ مگر کچھ زندہ ہوں گے"۔  
 انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "بیٹا! یہ کیا کہتے ہو؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت زوردار لہجہ میں فرمایا:  
 "ہاں! اگر وہ دن آیا تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر بتادوں گا کہ جو کچھ میں کہتا تھا سچ تھا"۔

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

نور دین ولڈیمن۔ ترجمہ: امجد عباسی

# نور دین ولڈیمن کے قبول اسلام کی داستان

مجھ سے پیش تر لوگ سوال کرتے ہیں کہ آپ نے اسلام کیوں قبول کیا؟ مجھے اس وقت اور بھی حیرت ہوتی ہے جب مسلمان مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں۔ عام طور پر میرا یہی جواب ہوا کرتا ہے کہ یہ واحد سچا مذہب ہے۔ مجھے کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جس میں بال بال بچنے کے بعد میں نے اسلام قبول کر لیا۔ مجھے کوئی ایسی روشنی یا نور بھی نہیں دکھائی دیا جس کی وجہ سے میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا، حتیٰ کہ مجھے پوری طرح اس بات کا علم بھی نہیں ہے کہ میں نے کب مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا۔ کچھ لوگوں کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ فی الواقع مجھے خدا کی تلاش تھی، نہ زندگی کا کوئی خاص مقصد ہی میرے پیش نظر تھا۔ مجھے تو تاریخ، فلسفہ اور سوشیالوجی کے موضوع پر کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔ اسی شوق کی تسکین کے لئے میں مختلف بک اسٹورز سے کتب تلاش کرتا رہتا تھا۔ یہ کوئی

مجھ سے پیش تر لوگ سوال کرتے ہیں کہ آپ نے اسلام کیوں قبول کیا؟ مجھے اس وقت اور بھی حیرت ہوتی ہے جب مسلمان مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں۔ عام طور پر میرا یہی جواب ہوا کرتا ہے کہ یہ واحد سچا مذہب ہے۔ مجھے کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جس میں بال بال بچنے کے بعد میں نے اسلام قبول کر لیا۔ مجھے کوئی ایسی روشنی یا نور بھی نہیں دکھائی دیا جس کی وجہ سے میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا، حتیٰ کہ مجھے پوری طرح اس بات کا علم بھی نہیں ہے کہ میں نے کب مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا۔ کچھ لوگوں کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ فی الواقع مجھے خدا کی تلاش تھی، نہ زندگی کا کوئی خاص مقصد ہی میرے پیش نظر تھا۔ مجھے تو تاریخ، فلسفہ اور سوشیالوجی کے موضوع پر کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔ اسی شوق کی تسکین کے لئے میں مختلف بک اسٹورز سے کتب تلاش کرتا رہتا تھا۔ یہ کوئی

2003ء یا 2004ء کی بات ہوگی۔ ایک روز میں ایک بک اسٹور میں داخل ہوا تو مجھے ایک سبز رنگ کی کتاب نظر آئی جس کا نام: Islam Values, Principles and Reality (اسلام: اقدار، اصول اور حقیقت) تھا۔ میں نے اسے اٹھا لیا اور مجھے خیال آیا کہ اگرچہ میں کچھ مسلمانوں کو جانتا ہوں لیکن مجھے ان کے دین اور عقائد کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ یہ سوچ کر میں نے اس کتاب کو خرید لیا تاکہ یہ جان سکوں کہ اسلام کیا ہے؟ اس وقت مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کتاب کی خرید کر دراصل چار ساڑھے چار سال کی طوالت پر مبنی اس سفر کا آغاز کر رہا ہوں جو بلا خرمیرے قبول اسلام پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ اسلام کے مطالعے سے قبل میرے ذہن میں اسلام کے بارے میں کچھ غلط فہمیاں تھیں۔ مثال کے طور پر مجھے اس بات پر حیرت ہوتی تھی کہ ایک مسلمان اپنے

آپ کو کیسے ایک نیک اور اچھا انسان سمجھتا ہے، جب کہ دوسری طرف وہ اپنی بیوی کے ساتھ برا سلوک کرتا ہو۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوتی تھی کہ مسلمان مکہ میں ایک چوکور پتھر (یعنی خانہ کعبہ) کی عبادت کیوں کرتے ہیں، جب کہ جنسوں اور عمارتوں میں کوئی طاقت نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں۔ اسی طرح میں یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ مسلمان دوسرے مذاہب کو کیوں برداشت نہیں کرتے، بجائے اس کے کہ وہ یہ کہیں کہ سب لوگ اسی خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان باتوں کو ذہن میں رکھ کر میں نے اسلام پر مطالعہ شروع کیا۔ پہلی کتاب کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری کتاب میں پڑھتا چلا گیا۔ چند برسوں کے مطالعے کے بعد مجھے یہ پتا چلا کہ ہر وہ بات جسے میں اسلام کا حصہ سمجھتا تھا اور جس کی مخالفت کرتا تھا، درحقیقت اسلام بھی اس کی مخالفت کرتا ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک اچھا مسلمان وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان خانہ کعبہ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ وہ جنسوں اور اس نوعیت کی چیزوں کی عبادت کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ بات بھی میرے علم میں آئی کہ اسلامی تہذیب اپنی پوری تاریخ میں مذہبی برداشت کی کرہ ارض پر بہترین مثال ہے۔

میں اسلامی تعلیمات اور اسلام کے ان

بنیادی اصولوں کو جان گیا جن سے اسلام کا مطالعہ کرنے سے قبل بھی مجھے اتفاق تھا۔ مطالعے کے دوران میں یہ راز منکشف ہوا کہ بہت سے موضوعات پر میرا نقطہ نظر اسلام کے نقطہ نظر کے عین مطابق ہے۔ اسلام کے متعلق میری معلومات کا بڑا ذریعہ کتابیں تھیں۔ میرے گرد و نواح میں کوئی ایسی دعوتی سرگرمیاں نہ تھیں جو میرے لئے معاون و مددگار ثابت ہوتیں، اور میرے رابطے میں ایسے لوگ بھی نہ تھے جو دعوت کا کام موثر انداز میں کر سکیں۔ مجھے جو تھوڑی بہت مدد ملی، وہ ان لوگوں سے ملی جو میرے ملنے جلنے والے تھے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہالینڈ میں دعوت کا کام کس حد تک منظم ہے۔ جب رمضان کا مہینہ آیا تو میں نے سوچا کہ میں بھی روزہ رکھ کر دکھوں۔ مجھے یہ خیال اس لئے بھی آیا کہ کسی کتاب کے مطالعے سے اس کیفیت کا اندازہ نہیں ہوتا جو روزہ رکھ کر پیدا ہوتی ہے۔ میں نے اپنے مسلمان دوستوں سے تذکرہ کیا کہ میں بھی ان کے ساتھ روزہ رکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے قرآن مجید کا ایک نسخہ حاصل کیا اور انٹرنیٹ سے 30 دن میں قرآن پاک کے مطالعے کا پروگرام بھی حاصل کر لیا۔ جب میں نے ان سے کہا کہ میں مکمل قرآن مجید کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں اور رمضان کے بعد شوال کے روزے بھی رکھوں گا تو ان میں سے کچھ نے اس کے بارے میں پہلے

کبھی نہیں سنا تھا اور نہ انہوں نے کبھی شوال کے روزے رکھے تھے۔ میں نے کچھ دودھ اور کھجوریں بھی خرید لیں اور اپنے ساتھ کام پر لے گیا تاکہ روزہ کھول سکوں اور اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ یہ سنت ہے جس پر ہمیں عمل کرنا چاہئے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ اگر انہوں نے روزانہ ایک پارہ نہ پڑھا تو قرآن کے مطالعے کے دوران اٹھنے والے سوالات کے جوابات میں کہاں سے حاصل کر سکوں گا۔ چنانچہ ہم نے ایک گروپ کی شکل میں قرآن کا اجتماعی مطالعہ شروع کر دیا۔ گھر کی خواتین کھانا تیار کر کے دے دیتی تھیں جو ہم اپنے کام کے دوران اظفار کے بعد کھاتے تھے۔ اس طرح مجھے کچھ نئے قسم کے کھانوں کا تجربہ بھی ہوا۔ یوں ہمیں رمضان میں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا اور بہت لطف آیا۔ اسی طرح میری زندگی کی پہلی عید بھی آئی۔

رمضان کے بعد میں اپنی زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے اپنے قبضے کی مسجد میں گیا۔ میرے نزدیک کسی اچھے کام کے لئے رقم خرچ کرنا، ایک صحیح بات تھی، اس لئے مسلمان نہ ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی میرے پاس کوئی وجہ نہ تھی۔ میں مسجد کے خازن سے ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں مسلمان ہوں؟ میں نے کہا کہ میں مسلمان نہیں ہوں، البتہ میں نے رمضان میں روزے بھی رکھے ہیں اور اب زکوٰۃ ادا

کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ مسلمان ہونے کے لئے جلدی نہ کریں بلکہ اپنا اطمینان کرنے کے بعد اسلام قبول کریں۔ اس کے بعد کئی ماہ گزر گئے اور میں اسلام پر مطالعہ کرتا رہا۔ بیشتر کتب جو میرے زیر مطالعہ رہیں وہ غیر مسلموں کی لکھی ہوئی تھیں، مثلاً کیرن آرمسٹرانگ۔ میں نے کچھ وقت اسلام پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کے مطالعے پر بھی لگایا۔ میں نے مذہبی بنیادوں پر انتہا پسندی اور دہشت گردی اور تہذیبوں کے تصادم جیسے موضوعات پر بھی مطالعہ کیا اور اسی طرح دیگر موضوعات بھی زیر مطالعہ رہے۔ ان تمام تر مطالعے کے نتیجے میں، میں نے جب بھی کوئی سوال اٹھایا تو اسلام کی طرف سے ہمیشہ اطمینان بخش جواب ملا۔ اطمینان بخش جواب کے حوالے سے یہ بھی واضح رہے کہ میں نے جب بھی مسلمانوں سے بات کی تو وہ مجھے مطمئن نہ کر سکے، البتہ اپنے مطالعے کے نتیجے میں جتنی معلومات بھی میں نے اکٹھی کیں، ان سے مجھے ہمیشہ اطمینان بخش جواب ملا۔ اگلے سال رمضان کے اختتام پر میں ایک بار پھر واپس اپنے قبضے کی مسجد میں گیا تاکہ اپنی زکوٰۃ ادا کر سکوں تو ایک دفعہ پھر میری ملاقات مسجد کے خازن سے ہوئی اور اس نے مجھے پہچان لیا اور مجھ سے دوبارہ پوچھا کہ کیا میں مسلمان ہو گیا ہوں؟ میں نے کہا کہ نہیں، میں نے ابھی اسلام قبول نہیں

کیا، اور آپ ہی نے تو مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں جلد بازی نہ کروں۔ اس نے کہا کہ ہاں، میں نے جلد بازی سے منع کیا تھا لیکن اس فیصلے میں اتنی تاخیر بھی نہیں ہونی چاہئے۔

بلور غیر مسلم یہ میرا آخری سال تھا۔ اس سے قبل میں نے شراب پینا چھوڑ دی تھی۔ میں نے سگریٹ نوشی بھی ترک کر دی تھی۔ میں نے کوشش کی کہ میں آگے بڑھ کر نیکی کا کام کروں اور دوسروں کو بھی ترغیب دلاؤں۔ اسی طرح خود برائی سے رک جاؤں اور دوسروں کو بھی برائی سے بچنے کی تلقین کروں۔ گویا میں نے ایک طرح سے دعوت دین اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔

ایک بار مجھے ترکی جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کچھ تاریخی مساجد دیکھنے کا موقع ملا۔ یہاں مجھے فطرت کی نشانیوں کو پہلی مرتبہ بغور دیکھنے کا موقع ملا۔ اس دوران اللہ تعالیٰ سے قرب کی عجب کیفیت تھی اور یہ بڑھتی چلی گئی۔ کبھی کبھار میں نے اپنے انداز میں نماز بھی ادا کی جو اس نماز سے مختلف تھی جس طرح میں آج بحیثیت مسلمان نماز ادا کرتا ہوں۔ اس موقع پر جس طرح سے میں نے نماز ادا کی اور جو میری قلبی کیفیت تھی، اس سے قبل کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اندر کوئی انقلابی تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ میں برابر اسلام کا مطالعہ کرتا رہا،

تاہم اب میں نے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے انٹرنیٹ کا استعمال بھی شروع کر دیا۔

ہالینڈ کی سماجی امور سے متعلق ایک معروف ویب سائٹ ہائیز (Hyves) ہے جس کے ذریعے میرا ایک ڈیجٹل نو مسلم خاتون سے رابطہ ہوا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں مسلمان ہوں تو میں نے اسے بتایا کہ میں ابھی تک مسلمان نہیں ہوا ہوں۔ اس نے مجھے دعوت دی کہ میں اس کے گھر آؤں اور اس کے شوہر سے ملوں جو کہ پیدائشی طور پر مسلمان ہے، اسلام پر عمل پیرا بھی ہے اور مصر میں پیدا ہوا تھا۔ میں ان کے گھر گیا اور ان کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر اسلام کے بارے میں بات چیت بھی کی۔

جب دوسری مرتبہ میں ان سے ملا تو انہوں نے مجھے درست طریقے سے نماز ادا کرنا سکھائی جس کے لئے میں نے ان سے درخواست کی تھی۔ میں نے اپنے طور پر بہتر سے بہتر انداز میں نماز ادا کرنے کی کوشش کی اور وہ مجھے دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں واقعی اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں؟ میں نے کہا: میں اس کے لئے تیار ہوں۔

اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں تو پہلے ہی مسلمان ہو چکا ہوں، اگرچہ میں نے باضابطہ طور پر اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن پچھلے چند برسوں سے میں اس بات پر یقین

رکھتا تھا کہ اللہ جو کہ خالق کائنات ہے، اور سچا واحد خدا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں اس بات پر بھی یقین رکھتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نہ صرف رسول ہیں بلکہ آخری رسول ہیں جنہوں نے دین کی تکمیل کی۔ میں روزہ رکھنا چاہتا تھا، زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا تھا، نماز ادا کرنا چاہتا تھا اور آج بھی حج کے لئے میرے اندر تڑپ موجود ہے۔

میرا قبول اسلام کا سفر مطالعہ کتب کے ذریعے طے پایا۔ میں نے اسلام کے نظریے سے متاثر ہو کر اسے قبول کیا۔ میرا یہ فیصلہ کوئی جذباتی فیصلہ نہ تھا بلکہ سوچا سمجھا اور منطقی فیصلہ تھا۔ میں نے اسلام کی ان تعلیمات تک رسائی حاصل کی جو باسانی دستیاب نہ تھیں۔ پھر ان کا موازنہ کیا اور ان پر گہرا غور و فکر کیا۔ اسلام، میرے ہر سوال کا جواب تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں نے اپنے آپ کو مسلمان کہلوانا نہ شروع کیا تو پھر میں ایک منافق ہوں گا۔

ایک یاد دہنئے بعد، میں اور میرا مصری دوست، دونوں ایک قریبی مسجد میں گئے۔ اس نے امام صاحب کو پہلے ہی سے میری آمد کا مقصد بتا دیا تھا۔ اس موقع پر میرے والد صاحب بھی موجود تھے۔ امام صاحب نے کلمہ شہادت لفظ بہ لفظ پڑھا، اور میں نے بھی اسی طرح لفظ بہ لفظ ادا کیا۔ میرے قبول اسلام کے بعد امام صاحب نے

ہوئے جواب دیا: جی ہاں، میں مسلمان ہو چکا ہوں اور میرا نام نور دین ہے۔ اس نے فوراً الحمد للہ کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ تلاش حق کے ایک طویل سفر کے بعد بالآخر آپ دین حق کی نعمت سے سرفراز ہو گئے۔

(نور دین ولڈیمین ہالینڈ کی ایک تنظیم اور وڈک اسلام فاؤنڈیشن سے وابستہ ہیں اور دعوت تبلیغ کی خدمات انجام دے رہے ہیں)۔

○○○

دوران مجھے خیال آیا کہ میں نے دین کا نور پالیا ہے، چنانچہ میں نے اپنا نام نور دین رکھنے کا فیصلہ کیا۔

قبول اسلام کے بعد میں اپنے قبضے کی مسجد میں واپس گیا۔ جیسے ہی میں مسجد میں داخل ہوا، مجھے وہی خازن ملا جس سے میری اس سے قبل ملاقات ہوئی تھی۔ اسی نے مجھ سے ایک دفعہ پھر پوچھا کہ کیا آپ مسلمان ہو چکے ہیں؟ میں نے مسکراتے

استقامت کے لئے دعا بھی کی جس کا میرے مصری دوست نے ڈچ زبان میں ترجمہ کیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میں میلوں سے بھاگتا چلا آ رہا تھا اور اب بالآخر منزل مقصود تک پہنچا ہوں۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے اندر ایک نئی روح پھونک دی گئی ہو۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ آہستہ آہستہ میں نے اپنے اوپر قابو پایا۔ اب میں پرسکون اور مسرور تھا۔ اسی

## بقیہ..... سلطان صلاح الدین ایوبی

مسلمانوں کو حاصل ہوا ہے۔

اس فتح ممین کے بارے میں قاضی ابن شداد فرماتے ہیں:

”یہ عظیم الشان فتح تھی، ہر طرف دعا، جلیل و کھمیر کا شور تھا، بیت المقدس میں 90 برس کے بعد جمعہ کی نماز ہوئی، ایک عجیب منظر تھا، اسلام کی فتح مندی اور اللہ تعالیٰ کی مدد کھلی آنکھوں سے نظر آ رہی تھی۔“ (النوادر السلطانیہ، ص: 66)

وفات

فتح بیت المقدس اور ایک وسیع تر سلطنت پر حکمرانی کرنے والے یہ بڑے بے باک اور بلند اہمیت الیوبی ہجرت نبوی کے 589 سال بعد 27 صفر کو، اپنی ستاون سال کی مختصر سی زندگی کو کھل کرتے ہوئے خانقہ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ

○○○

کے مقابلے میں آئے۔

اس معرکہ میں کئی دن مسلسل لڑائی کے بعد، مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، کئی صلیبی قتل ہوئے اور عیسائیوں کی ایک بڑی جماعت قید ہوئی، ان قیدیوں میں دو بڑے صلیبی سربراہ ”رہنجی نالڈ“ اور ”بادشاہ گائی“ بھی قید ہوئے۔ ”صلاح الدین ایوبی“ نے ”رہنجی نالڈ کو، کعبۃ اللہ پر حملے کی ناکام کوشش کرنے اور حاجیوں کے قافلے پر حملہ کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا۔

فتح بیت المقدس

حطین کی فتح کے فوراً بعد، وہ موقع بھی آ ہی گیا جس کی سلطان کو بے حد آرزو اور تمننا تھی، حسن اتفاق تھا کہ جس شب کی تاریخ میں، آپ علیہ السلام نے ”قبلہ اول“ بیت المقدس میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی اسی تاریخ میں پورے 90 برس بعد 583 ہجری کو یہ قبلہ

جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر انہوں نے اپنی اولاد، اہل خاندان، وطن و مسکن کو خیر باد کہا، سب کی مفارقت گوارا کی اور ایک خیمہ کی زندگی پر قناعت کی، قسم کھائی جاسکتی ہے کہ جہاد کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد انہوں نے ایک پیسہ بھی جہاد اور مجاہدین کی امداد و اعانت کے علاوہ کسی مصرف میں خرچ نہیں کیا۔“ (النوادر السلطانیہ، ص: 16)

حطین کا فیصلہ کن معرکہ

24 ربیع الاول 583ھ بمطابق 3 جولائی 1187 عیسوی کو حطین کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا۔

حطین کا معرکہ ان معرکوں میں سے ایک ہے، جو مسلمانوں اور صلیبیوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں، اس معرکہ میں 12000 مسلمان جنگجو، جب کہ 50000 صلیبی، مسلمانوں

# میری بہ آواز ہر دینی ادارے تک پہنچا دی جانے

مولانا محمد تقی امینی (۱۹۲۶-۱۹۲۶) سابق ناظم شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، کا شمار ہندوستان کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے، اکابر علماء نے انہیں عالمی فقیہ اور مثالی مربی کے لقب سے ملقب کیا۔ وہ معیاری اور کثافت قلم کے مالک تھے، قدیم و جدید علوم پر ان کی گہری نظر تھی فقہ اسلامی اور فکر جدید ان کا خاص اور محبوب موضوع تھا، متعدد علمی و تحقیقی کتابوں کے مولف و مصنف تھے۔ پندرہ روزہ 'احساب' کے مدیر بھی رہے ہیں۔ خطا و نسیان انسان کی فطرت اور خمیر میں داخل ہے مولانا بھی انسان تھے فرشتہ نہیں، اس لئے مولانا مرحوم کے بعض اجتہادات، تفرقات اور مسلکی توسع میں بہت حد تک اختلاف کی گنجائش ہے لیکن قدرت کی طرف سے مولانا کو جو دھڑکتا دل اور حساس قلب و نگاہ، دسوزی اور غم گساری و دلچسپی کی گئی تھی یہ اوصاف ہیں جو آج کے طبقہ علماء میں کم نظر آتے ہیں۔

شعبان (۱۴۰۲ھ) کے موقع پر مشہور دینی درس گاہ 'معبد ملت مایگاؤں' میں ختم بخاری کی تقریب منعقد کی گئی تھی جس کی صدارت مولانا امینی نے فرمائی تھی، مولانا نے اپنی صدارتی تقریر میں دینی درس گاہوں

اور ملی اداروں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک خاص پہلو کی طرف توجہ دلائی تھی اور پر جوش انداز میں فرمایا تھا۔ "میری یہ آواز ہر دینی ادارے تک پہنچا دی جائے۔"

واقعہ یہ ہے کہ حالات کی سنگینی، مدارس اسلامیہ اور دینی اداروں میں داخل اور خارجی انتشار، اساتذہ کی بے اطمینانی اور ان کے اندر احساس کمتری و دکھتری اور اس کے خطرناک نتائج کے پیش نظر ضرورت ہے کہ یہ آواز ہر دینی ادارے اور عوام تک پہنچائی جائے، تاکہ وہاں کے ارباب انتظام اور ذمہ داران ہوش کے ناخن لیں اور آج کے بدلے ہوئے حالات میں نیا لائحہ عمل مرتب کر کے اس کو نافذ کریں۔ مولانا کے درد مندانہ خطاب کا یہ حصہ ملاحظہ کیجئے!

"آج عرب کا زریال فتنہ بن کر ہمارے سامنے آرہا ہے، اس فتنہ کی زد میں مدارس بھی آگئے ہیں، حالات بدل گئے ہیں، اور زمانہ کی بہت سی ضرورتیں تبدیل ہوگئی ہیں، اور علماء کے لئے روزی روٹی کا مسئلہ پیچیدہ بن گیا ہے اس لئے باصلاحیت اور ذی استعداد کہاں سے کہاں چلے جا رہے ہیں، ان کا میدان عمل کیا ہونا چاہئے تھا اور کیا منتخب کر رہے ہیں، آخر فکر معاش میں جب تک ان کو

فراغت نہ ہوگی وہ کیسے ریسرچ کریں گے کس طرح تدریس، تصنیف و تالیف، اقامہ و تبلیغ اور امامت و خطابت کے فریضے کو انجام دیں گے؟ اس لئے ان کی ضرورتوں کا تو خیال رکھنا ہی چاہیے خصوصاً <sup>۱</sup> کا ارشاد ہے: کا د الفقرا ان یکنون کفرا۔ یعنی فقرا اور محتاجی بسا اوقات انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے اس لئے میری یہ آواز ندوۃ العلماء لکھنؤ، امارت شریعہ بہار و اڑیسہ، دارالعلوم دیوبند اور تمام دینی درس گاہوں، ملی اداروں اور مساجد کے ذمہ داروں تک پہنچا دی جائے کہ علماء اور دینی خدمت گزاروں کو خود تکفیل بنایا جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انہیں مالدار بنا دو مگر ایک متوسط زندگی کی کفالت کا انتظام تو ہونا چاہیے، ان کی ہوس کی تکمیل مت کرو مگر ان کی ضرورتوں کی تکمیل کا سامان تو ضرور کرو۔ اگر تم ان کی ضرورتوں کو اپنی ضرورت جیسی نہ سمجھو گے اور انہیں خود تکفیل نہ بناؤ گے تو وہ کسی دوسری جگہ سے اپنی ضرورت کی تکمیل کریں گے اور آہستہ آہستہ دینی رحمان کم ہوتا چلا جائے گا اور اس طرح اچھے اور ذہین افراد کی آمد کم ہو جائے گی جس کے نتیجہ میں علمی تحقیقی اور دینی معیار پست سے پست تر ہوتا چلا جائے گا، جس کی ذمہ داری موجودہ ذمہ داروں پر عائد ہوگی۔ آج مدارس دینیہ داؤں پر لگ رہے ہیں، زریال کا سیلاب جو موج کی طرح آرہا ہے اس سے بڑے خطرات پیدا ہو رہے ہیں۔ لہذا پانی سر سے اونچا ہونے سے قبل ہی اس سیلاب کا ضرور تدارک کرنا ہوگا۔ ورنہ اچھے اور باصلاحیت علماء اور دینی خدمت گزاروں کا قحط پڑ جائے گا۔" (چراغ راہ از مولانا رضوان القاسمی)

# हमारी हिन्दी पुस्तकें

किताब का नाम	लेखक	मूल्य
मन्सबे पैगम्बरी	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	100.00
नबियों के किस्से १, २	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	120.00
नबी-ए-रहमत	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	250.00
दस्तुरे हयात (जीवन का पथ-प्रदर्शक)	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	70.00
सभ्यता और संस्कृति पर इस्लाम की.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	70.00
भारतीय मुसलमान एक दृष्टि में	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	80.00
मदीने की डगर	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	70.00
मानवता का संदेश	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	50.00
मानवता का स्तर	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	50.00
जग के मोहसिन	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
अच्छे-अच्छे नाम अल्लाह के	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	25.00
इस्लाम मुकम्मल दीन मुस्तकिल.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
निशाने राह	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
नारी की प्रतिष्ठा और उसके.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
हिन्दुस्तानी मुसलमानों से साफ.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
इस्लाम एक परिचय	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	40.00
नौजवानों के नाम	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
इस्लाम क्या है?	मौलाना मनजूर नोमानी	60.00
आदर्श शासक	मौलाना अब्दुससलाम किदवाई नदवी	35.00
तूफान से साहिल तक	मोहम्मद अस्ख	50.00
समान सिक्लि कोड	मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी	10.00
मुहम्मद सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम	मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी	250.00
तोहफ-ए-रमजान	मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी	40.00
हमारे हुजूर	अमृतुल्लाह तसनीम	20.00
इस्लाम और इस्लामी.....	मौलाना इलियास नदवी भटकली	35.00
सीरत सुलतान टीपू शहीद	मौलाना इलियास नदवी भटकली	220.00
<b>Total</b>		<b>1705.00</b>
Rate After Disc & Includign Postal Charges		<b>900.00</b>

**मजलिस तहकीफ़ात व नशरियाते इस्लाम**

पो 0 ब 0 न 0: 93- नदवा कैम्पस बदवतुल इलाम, लखनऊ

फ़ोन न 0 : 0522.2741539

मोबाइल न 0 : 9889378176

इ-मेल : airpnadwa@gmail.com